رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

ولتکن منکم امۃ یدعون
الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر
و اولئک ھم المفلحون

بابت ماہ اگست ۱۹۱۲ء

رسالہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تشحیذ الاذہان

ایڈیٹر صاحبزادہ مرزا

فہرست مضامین

قیمت سالانہ

عوام سے عہ - طلباء سے ۱۲؍ اور غیر ممالک سے
عہ لی جاتی ہے

یہ رسالہ ہر انگریزی ماہ کی ۱۰ تاریخ کو قادیان ضلع گورداسپور سے شائع ہوتا ہے - باہتمام مینیجر اسلامیہ اسٹیم پریس لاہور میں چھپوا کر مینیجر تشحیذ نے
قادیان سے شائع کیا

ماہ رمضان اور شوال میں غیر معمولی رعایت

درخواستیں بنام مینیجر تشحیذ قادیان ہوں۔

ترجمۃ القرآن کون نہیں جانتا۔ کہ آجکل ایسی تفسیر کی ضرورت ہے جس میں آیات کا ربط بتلایا گیا ہو۔ اور ان دلائل کو کھول کر لایا گیا ہو۔ جو قرآن مجید ہر آیت میں اپنے دعوے کیساتھ پیش کرتا ہے اور جو دوسری الہامی کتابوں سے منجملہ امتیازی نشانات کے ہے۔ یقیناً ایسی تفسیر اردو میں صرف شیخ یعقوب علی صاحب کی ہے۔ سورہ الزمر سے لیکر حم السجدہ تک پھر سورہ زخرف سے لیکر سورہ جاثیہ تک سورۃ احقاف سے لیکر سورہ الذاریات تک تین پارے تین روپیہ کو ملتے ہیں مگر ہم خاص وجہ سے صرف ڈیڑھ روپیہ میں دینگے۔ جو صاحب چاہیں منگوالیں الگ الگ پارہ بجائے عہ کے ۹ر

حقیقت نماز جس میں نماز کی حقیقت اور اسکے متعلق تمام ضروری مسایل اور ارکان نماز کا فلسفہ بیان کیا گیا ہے۔ بے نظیر کتاب ہے۔ آخر میں چند سورتوں کے عجیب و غریب تفسیر ۲۰×۳۰-۲۶-۲۰۷ صفحے کی کتاب بجائے ایک روپے کے صرف آٹھ آنہ

ردّ چکڑالوی چکڑالوی کا فتنہ سخت ہے۔ مگر یہ اسکا بھی بہت ہی سخت ہے اس کتاب کو اپنے پاس رکھئے کسی چکڑالوی کی کیا مجال کہ زبان اعتراض کھول سکے سو صفحے کی کتاب بجائے ۵ر کے ۲ر

تحفہ رسالانہ یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام خلیفۃ المسیح مولوی عبد الکریم صاحب رضی اللہ عنہ کی تقاریر کا مجموعہ جو نہایت نادر اور معارف حقائق کا گنجینہ ہے دو سو صفحات قیمت بجائے ایک روپے عہ کے صرف آٹھ آنے ۸ر بہت کم جلدیں پھر چھپنا اسکا دشوار ہے۔

النصیحہ - یہ ایک رسالہ ہے جس میں نبی کریم صلعم کے ظہور کی بشارت کتب سابقہ سے دکھائی گئی ہے اور اسکے ساتھ ایک نہایت دلسوز مسدس ہے احباب منگا کر حظ روحانی اٹھائیں قیمت بجائے ۲ر کے ار

مجربات نور الدین - یہ حصہ سوم ہے جناب مولانا نور الدین صاحب شاہی طبیب کے مجربات کا حصہ اول و دوم تو مدت سے شائع ہو چکا ہے یہ تیسرا حصہ بھی چھپ گیا ہے ۲۰ ۳ صفحے کی کتاب در باب امراض مخصوصہ زناں و نسخہ جات قوت باہ و دیگر اوجاع صرف ۵ ر پر دستیاب ہوگی اور جگہ ۱۰ ار پر ملتی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ اگست ۱۹۱۲ء

رمضان المبارک

میرے پیارے بھائیو! لوگ تو عید کی مبارک دیتے ہیں۔ مگر میں تمہیں مبارک صد مبارک دیتا ہوں۔ اس مبارک مہینے کی جس کا انتظار خدا کے فرمانبردار مومن تقویٰ شعار گیارہ مہینے سے کر رہے تھے۔ اور جس کے لئے سیدنا احمد مختار نے خطبے میں بروایت سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ فرمایا۔ کہ شرف وتقرب کے لحاظ سے بڑا مہینہ مبارک مہینہ آگیا۔ جسکی ایک ایک رات ہزار مہینے سے بہتر ہے۔ جس میں روزے رکھنے اللہ تعالیٰ نے فرض ٹھہرائے۔ اور جس کی راتوں کو قیام موجب ثواب کثیر قرار دیا۔ ہاں یہ وہ مہینہ ہے۔ کہ اس میں ایک ایک نیکی جو از قسم نوافل ہو فرض کے ادا کا ثواب رکھتی ہے۔ اور ایک فرض کا ادا کرنا ستر فرضوں کے ادا کرنیکا ثواب دلاتا ہے۔ یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر (بدیوں سے رکنا نیکیوں پر جمے رہنا) کا اجر جنت ہے۔ بس تم جود واحسان میں خصوصیت سے حصہ لو۔ یہ وہ مہینہ ہے۔ کہ اس میں مومن کا روحانی وجسمانی رزق بڑھایا جاتا ہے۔ جو کسی روزہ دار

کا افطار کرائیگا۔ وہ اپنے گناہوں کے بدنتائج سے محفوظ رہیگا۔ اور آئندہ نیکی کی توفیق پائیگا۔ اور اپنی گردن کو آگ سے چھڑوائیگا۔ بلکہ افطار کرانے والیکو روزیکا اجر بھی ملیگا۔ بغیر اسکے کہ روزہ دار کے اجر سے کچھ کم ہو۔ کوئی ضروری نہیں کہ تم پیٹ بھر کر کھانا ہی کھلاؤ بلکہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اسے بھی ثواب دیگا۔ جو ایک دو کھجوریں کھلاوے یا دودھ یا پانی کے ایک دو گھونٹ ہی پلادے۔ اور جو روزہ دار کو سیر کرائے۔ اللہ تعالےٰ اسے میرے حوض سے وہ چیز پلائیگا۔ کہ پھر کبھی پیاس نہ لگے۔ ہاں یہ وہ مبارک مہینہ ہے۔ کہ اس کے اول میں رحمت ہے۔ وسط میں مغفرت اور آخر میں جہنم سے مخلصی جو شخص اپنے خدمتگذار پر کام کی تخفیف کر دیگا۔ اللہ تعالےٰ اسکی مغفرت فرمائیگا اور دوزخ سے بچائیگا اس ارشاد نبوی کے ماتحت حضرت ابن عباسؓ قیدیوں کو آزاد کر دیتے۔ اور ہر سائل کو کچھ نہ کچھ دے ہی دیا کرتے تھے۔

میرے دوستو! اللہ تمہیں توفیق بخشے۔ تم بھی ان ارشادات کی تعمیل بدل وجان کرو۔ اور کوئی موقعہ حصول خیر کا ہاتھ سے نہ جانے دو۔ کیونکہ جو اس مہینے نیکی سے محروم رہا۔ اسکو سعادت سے کوئی حظ اور عبادت میں کوئی ذوق نہیں ملتا۔

روزے کوئی نئی بات نہیں۔ بلکہ ابتداء دنیا سے جس قدر سچے مذاہب نکلے ہیں۔ ان سب میں انکی کچھ نہ کچھ اصل پائی جاتی ہے۔ اسلام نے جو روزوں کی صورت رکھی ہے۔ وہ ایسی مکمل اور آسان ہے۔ کہ اس سے بہتر انسانی واہمہ میں بھی نہیں آسکتی۔ نہ تو ہر ایک شخص کی مرضی پر چھوڑ دیا۔ کیونکہ اس طرح جہاں عبادت الٰہی کے حریص اپنے اوپر غیر معمولی سختی روا رکھتے۔ وہاں حیلہ ساز تمام سال بہانوں ہی میں گذار دیتے۔ اور نہ دو کھانوں کا درمیانی وقت ایسا قلیل رکھا۔ کہ اصل مقصود میں کچھ خلل واقع ہو اور نہ اتنا بڑا کہ برداشت سے باہر بلکہ عام نیچرل طریق کہ پو پھٹنے سے لیکر دن کے غروب تک کھانے پینے سے جو بقاء حیات کا موجب ہے۔ اور جماع سے کہ ابقاء نسل کا باعث ہے محض خدا کے لئے باز رہو۔ اور اس میں یہ روحانی فائدہ حاصل کرو۔ کہ جب حلال چیزیں اللہ تعالےٰ کے حکم کے ماتحت انسان ایک معتدبہ مدت تک چھوڑ سکتا ہے۔ تو کیا وجہ ہے۔ کہ حرام اشیاء جو

روحانی وجسمانی لحاظ سے نقصان دہ اور ضرر رساں ہیں نہ چھوڑ سکو۔ اور ایک عالم کو دکھا دو۔ کہ مسلم اپنے مولیٰ کا کسقدر فرمانبردار ہے۔ حرام تو درکنار۔ وہ تو حلال کو بھی اور حلال میں سے بھی اسکو جو اسکے حیات کے بقاء اور نسل کے ابقاء کے لئے ضروری و اشد ضروری ہو۔ خدا کے حکم کے سوا نہیں چھوتا۔ پھر ایک خاص مہینہ نہیں مقرر کر دیا۔ بلکہ چاند کا حساب رکھا۔ تا ہر موسم کے متعلق تجربہ ہو۔ اور جب قیامت کے دن تمام امتیں خدا کے حضور میں حاضر ہونگی۔ تو صرف امت اسلامیہ ہی ہوگی۔ جو سال کے ایک ایک دن میں روزہ داروں کی فہرست کے لحاظ سے پیش ہو سکیگی پس تم خدا کا شکر کرو۔ کہ اللہ نے تمہیں اس امت محمدیہ کا ایک فرد بنایا۔ میں چند ضروری احکام عرض کرتا ہوں۔ ان پر کاربند ہو کر اللہ سے اجر پاؤ۔

اول یہ کہ چاند دیکھکر یا جب شعبان کے تیس دن پورے ہو جائیں۔ تو روزے رکھنے شروع کرو۔[1] ایک دو دن پہلے سے رکھنے نہ شروع کر دو۔ کہ شک کا روزہ نہیں ہوتا۔ ایک مرد عادل کی گواہی (بحالت ابر) روزہ رکھنے کے لئے کافی ہے۔[2] اور جہانتک اختلاف مطالع نہ ہو ایک شہر والوں کا چاند دیکھنا دوسرے شہر کے مسلمانوں پر حجت ہے۔ اور تار کی خبر معتبر ہے۔ جس حد تک اور جن جن صورتوں میں عام معاملات میں اعتبار کیا جاتا ہے۔

دوم۔ سحری کھانا سنت ہے۔[3] آٹھ پہر روزہ بلا کسی خاص وجہ کے زیادہ ثواب نہیں دلاتا۔ اس کے وقت کے متعلق زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں۔ کہ ہم نے سحری کھائی۔ پھر نماز کے لئے کھڑے ہو گئے۔ پوچھا گیا کتنا وقفہ تھا۔ بتایا کہ جتنے میں کوئی پچاس آیت پڑھے۔[4] اور سہل بن سعید کہتے ہیں کہ سحری کھا کر مجھے فجر کی جماعت میں رسول اللہ صلعم کے ساتھ ملنے کی جلدی[5] ہوتی۔ سوم

---

[1] عن ابی ہریرۃ۔ قال قال رسول اللہ صلعم صوموا الرؤیۃ وافطروا الرؤیۃ فان غم علیکم فاکملوا عدۃ شعبان ثلثین (متفق علیہ) [2] بلوغ المرام [3] فصل ما بین صیامنا وصیام اہل الکتاب اکلۃ السحر (مسلم)

[4] اخرجہ الخمسہ الا ابا داؤد [5] کنت اتسحر فی اہلی ثم یکون بی سرعۃ ان ادرک صلوۃ الفجر۔ مع رسول اللہ صلعم (بخاری)

سوم روزے کی نیت ضروری ہے[۷]۔ کیونکہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ جو نیت نہ کرے۔ اسکا کوئی روزہ نہیں
چہارم۔ اس میں کچھ حرج نہیں۔ اگر مومن پو پھٹنے کے بعد تک جنبی ہو۔ اور نہ راتکو اپنی بیبیوں کے
پاس جانا منع[۸] ہے۔ پنجم۔ اگر بھول کر کھا پی لے۔ تو روزہ نہیں[۹] ٹوٹتا۔ اور مفصلہ ذیل باتوں سے بھی
روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (۱) قے[۱۰] سے۔ (۲) سینگی لگانے سے (۳) مسواک سے رطب ہو یا یابس پہلے
پہر ہو یا پچھلے پہر (۴) سرمہ[۱۱] سے (۵) احتلام[۱۲] سے (۶) بوسہ لینے[۱۳] اور مباشرت سے (۷) جو چیز غذا[۱۴] یا دوا
نہیں ایسا ہی بلا اختیار حلق میں گرد و غبار مکھی مچھر پیستے ہوئے آٹا یا تمباکو کوٹتے ہوئے غبار چلا
جائے۔ آنکھ میں دوائی ڈلوانے خوشبو سونگھنے نسوار لینے سے بشرطیکہ حلق میں نہ پہنچے۔ بلغم نگلجانے
سے۔ دانتوں سے خون جاری ہو جانیسے یا نکسیر پھوٹنے سے یا ناک کا پانی حلق میں[۱۵] چلے جانے سے
غوطہ لگانے سے۔ سر پر بوجہ گرمی کے پانی ڈالنے یا کلی کرنے سے۔ ششم۔ جماع سے خواہ بغیر
انزال کے ہو اور منی نکالنے سے خواہ کسی طریق سے ہو۔ روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ کلی کرتے ہوئے پانی

ع۶ من لم یجمع الصوم قبل الفجر فلا صیام لہ ع۷ احل لکم لیلۃ الصیام الرفث الی نسائکم الآیۃ قالت عائشہ
کان رسول اللہ صلعم یدرکہ الفجر فی رمضان وھو جنب من غیر حلم فلیغتسل ویصوم (متفق علیہ) ع۸ عن
ابی ہریرۃ قال۔ قال رسول اللہ صلعم۔ من نسی وھو صائم فاکل و شرب۔ فلیتم صومہ فانما اطعمہ اللہ وسقاہ
(متفق علیہ) جماع کے بارے میں حسن مجاہد کا قول ہے کہ ان جامع ناسیا فلا شیی علیہ ع۹ من ذرعہ القئ
فلا قضاء علیہ (بلوغ) ع۱۰ ابن عباس)، ان النبی صلعم احتجم وھو محرم واحتجم وھو صائم (متفق علیہ) ع۱۱ عامر بن ربیعہ
لا احصی یتسوک وھو صائم (ترمذی مشکوۃ) وقال ابن مسعود اذا کان صوم احدکم فلیصبح دھینا مترجلا فقال انس
ان لی ابزنا اتقحم فیہ وانا صائم وقال ابن عمر یستاک اول النہار و آخرہ وقال عطاء ان ازدرد (نکل گیا) ریقہ لا اقول یفطر
وقال ابن سیرین لا باس بالسواک الرطب قیل لہ طعم قال والماء لہ طعم وانت تمضمض بہ ولم یر انس والحسن وابراہیم بالکحل
للصائم باسا (بخاری)، ع۱۲ عائشہ اکتحل رسول اللہ صلعم فی رمضان وھو صائم (ابن ماجہ) ع۱۳ ابن عباس تروات بزاز ع۱۴
عن عائشہ قالت کان رسول اللہ صلعم یقبل ویباشر وھو صائم وکان املککم لاربہ (متفق علیہ) ع۱۴ ابن عباس) الفطر مما دخل و
لیس مما خرج (بخاری) ↑ وقال الحسن ان دخل حلقہ الذباب فلا شیی علیہ (بخاری)، ع وقال الحسن لا باس بالسعوط للصائم ان لم یصل ع

ھوالی حلقہ ... ع ۱۶ وقال عطا ان استنثر دخل الماء فی حلقہ لا باس ان لم یملک (بخاری)، ع۱۵ رایت النبی صلے اللہ علیہ وسلم
بالعرج یصب علی راسہ الماء وھو صائم من العطش او من الحر و عن عطاء ان مضمض ثم افرغ ما فی فیہ من الماء لا یضرہ (بخاری)

عمداً قے کرے تو منہ بھر کر آئے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

اندر چلا جائے۔ تو بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اسکی قضا لازم ہے۔ جیسا کہ اسکو جسے بعد میں معلوم ہو کہ جس وقت مینے سحری کھائی صبح ہو چکی تھی یا جب افطار کیا۔ تو ابھی سورج غروب[۱۶] نہیں ہوا تھا۔ اور اگر عمداً کھا پی لے یا جماع[۱۷] کرے۔ تو دو مہینے روزے پے در پے رکھنے پڑینگے یہ نہ ہو سکے۔ تو ساٹھ[۱۸] مسکینوں کو کھانا کھلاوے

ہفتم۔ روزہ نہ رکھنے کے یہ عذر ہیں۔ اکراہ[۱] مثلاً جیلخانے میں ہے) ایسی بھوک[۲] پیاس کہ جان جانیکا خوف ہو۔ ایسی حالت میں روزہ[۳] افطار کر دینا چاہیئے۔ جنون[۴]۔ بیہوشی[۵]۔ حاملہ[۶] ہو بچے کو دودھ[۷] پلاتی ہو۔ (بعد وضع حمل[۸] یا ارضاع قضا کرے۔ اگر نہ ہو سکے تو فدیہ طعام مسکین[۹]) سفر در پیش[۱۰] ہو مرض لاحق[۱۱] حال ہو مسافر و مریض بعد رفع عذر قضا کریں۔ سفر کی اقل مدت بطور ضابطہ سات کوس ہے۔ ہمارے مسیح موعود تو بالعزم تین چار کوس فاصلہ کو بھی سفر فرماتے تھے۔ ہاں روزمرہ کا معمول بطور گشت و دورہ و سیر نہ ہو۔ کیونکہ ثلثہ فرسخ یعنے ۹ میل پر نماز قصر کرنیکا حکم ہے۔ سفر میں روزہ[۱۲] رکھنا کوئی اعلیٰ درجہ کی نیکی نہیں۔ بلکہ بعض حالات میں تو نافرمانی کا فتویٰ[۱۳] لگتا ہے۔ ایسا ہی مرض[۱۴] کی نسبت تھوڑے یا بہت کی قید نہیں لگائی۔ کیونکہ انسان کیا جانتا ہے کہ اس معمولی مرض میں روزہ رکھنا خطرناک نہیں۔ اگر وائم المریض[۱۵]

---

[۱۶] اسمار بروایت بخاری [۱۷] دیکھو مشکوٰۃ باب تنزیہ الصوم الفصل الاول

[۱۱-۱] انس بن مالک الکعبی قال قال رسول اللہ صلعم ان اللہ وضع عن المسافر شطر الصلوٰۃ والصوم عن المسافر وعن المرضع والحبلی (مشکوٰۃ ص۱۷۷)

[۱۲] لیس من البر الصوم فی السفر (متفق علیہ مشکوٰۃ) [۱۳] فقیل لہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان بعض الناس قد صام فقال اولئک العصاۃ اولئک العصاۃ (رواہ مسلم) وعن عبد الرحمٰن بن عوف قال قال رسول اللہ صلعم صائم رمضان فی السفر کالمفطر فی الحضر (ابن ماجہ) [۱۴] ومن کان منکم مریضا او علیٰ سفر فعدۃ من ایام اخر

[۱۵] والذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین۔

حضرت اقدس کا ارشاد ہے کہ جس کا دل اس بات سے خوش ہے۔ کہ رمضان آگیا اور اس کا منتظر ہی تھا کہ آوے اور روزہ رکھوں۔ پھر وہ بوجہ بیماری کے نہیں رکھ سکا۔ تو وہ آسمان پر روزوں سے محروم نہیں۔

[۴] مجنون پر قضا نہیں

ہو یا شیخ فانی تو اسکے لئے ہر روز ایک مسکین کو کھانا کھلانیکا حکم ہے۔ خدا صحت بخشدے[۵۶] تو پھر بشرط استطاعت قضا کرے۔ ایسا ہی مسافر مقیم ہونے پر اور اگر روزہ رکھ لیا ہے۔ پھر سفر پیش آگیا یا مریض ہو گیا۔ تو روزہ افطار کردے۔ ہاں جو کام روزے کئے جاتے ہیں جیسے کاشتکاری کے۔ ان کی وجہ سے روزہ معاف نہیں۔ عورت بحالت حیض روزہ نہ رکھے۔ بعد میں قضا کرے۔ استحاضے[۵۸] والی روزے بیشک رکھے

ہشتم۔ روزہ پو پھٹنے سے شروع کرے۔ صبح کاذب میں جو ذنب السرحان کی طرح اوپر نکلی ہوئی روشنی کا نام ہے۔ کھانا پینا جائز ہے۔ صبح صادق سے لیکر طلوع آفتاب تک اس موسم میں عموماً ایک گھنٹہ بائیس منٹ کا وقت ہوتا ہے۔ چاندنی راتوں میں اس سفید تاگے کا جو شمالاً جنوباً اندھیرے سے جدا ہوتا ہے۔ پتہ نہیں لگتا۔ اسلیئے احتیاط چاہیئے۔ دیہات میں اذان پر دارومدار رکھتے ہیں۔ حالانکہ بعض مُلاں بہت بیوقت اذان دیتے ہیں۔ ہر ایک شخص خود ذمہ دار ہے۔ بعض لوگ جس وقت مرغ بولے پھر نہیں کھاتے۔ یہ بھی کوئی شرعی حکم نہیں

نہم۔ روزہ سورج ڈوبنے پر کھولدے یعنی جب قرص خورشید پنہاں ہو جائے اور مشرق کی طرف[۶۰] سے رات چڑھ آئے۔ روزہ دیر سے کھولنا اچھا[۶۱] نہیں۔ نبی کریم صلعم نے فرمایا۔ کہ بہت پسندیدہ وہ عبد ہے۔ جو اول وقت میں روزہ کھولدے۔ روزہ کھجوروں سے کھولنا مستحب ہے

---

۵۶ وان تصوموا خیر لکم ان کنتم تعلمون ۵۷ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال خرج رسول اللہ صلعم من المدینۃ الی مکۃ فصام حتی بلغ عسفان ثم دعی بماء فرفعہ الی یدیہ لیراہ الناس فافطر حتی قدم مکۃ وذالک فی رمضان (بخاری)

۵۸ معاذۃ العدویہ نے حضرت عائشہ سے پوچھا۔ تو انھوں نے جواب دیا۔ کان یصیبنا ذلک فنؤمر بقضاء الصوم ولا نؤمر بقضاء الصلوٰۃ (مسلم) اور استحاضہ کے لیئے تتوضأ عند کل صلوٰۃ والصوم وتصلّی (مشکوٰۃ باب المستحاضہ)

۵۹ وکلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر۔ ثم اتموا الصیام الی اللیل الآیۃ

۶۰ (عمر رض) قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اذا اقبل اللیل من ھھنا وغربت الشمس فقد افطر الصائم (متفق علیہ مشکوٰۃ)

۶۱ سہل قال رسول اللہ صلعم لا یزال الناس بخیر ما عجلوا الفطر متفق علیہ

نہیں تو پانی سے۔ مگر یکدم دن بھر کی بھوک پیاس کی کسر نکالنے پر نہ تلجانا چاہیئے۔ یہ فعل خلاف سنت ہونے کے علاوہ معدہ کے لئے بھی مضر ہے۔[1] پس روزہ افطار کر کے اطمینان سے نماز پڑھو۔ پھر کھانا کھاؤ روزہ افطار کرنیکے وقت یہ دعا پڑھنی چاہیئے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ لَکَ صُمْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ اَذْھَبَ الظَّمَاءُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْشَاءَ اللّٰہُ

آداب صیام یہانتک تو میں نے روزے کے عام احکام بتائے۔ اب میں آپ کی توجہ اس حدیث نبوی کی طرف منعطف کرنی چاہتا ہوں۔ کم من صائم لیس لہ من صیامہ الا الظماء یعنی کتنے ہی روزہ دار ایسے ہیں۔ کہ روزوں سے سوائے پیاس کے انہیں کچھ حاصل نہیں۔ خدا نہ کرے خدا نہ کرے۔ کہ آپ ایسے لوگوں میں محسوب ہوں حق یہ ہے۔ کہ روزے سے مراد صرف بھوک پیاس سہی رکنا نہیں۔ بلکہ یہ تو سبق سکھایا جاتا ہے۔ حرام سے رکنے اور حلال کو اللہ تعالےٰ کی مرضیات میں خرچ کرنیکا۔ بلکہ اپنی ہر حرکت سکون قول و فعل خدا کے منشاء کے ماتحت کر کے فرمانبردارانہ زندگی بسر کرنیکا اسلیئے ان احادیث کو ہمیشہ مد نظر رکھنا چاہیئے مَنْ لَمْ یَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِہٖ فَلَیْسَ لِلّٰہِ حَاجَۃٌ اَنْ یَّدَعَ طَعَامَہٗ وَشَرَابَہٗ (رواہ البخاری مشکوۃ) جو جھوٹ بولنا۔ اور اسپر عمل نہیں چھوڑتا۔ تو سن رکھے۔ کہ اللہ کو اس بات کی ضرورت نہیں۔ کہ کوئی شخص اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔ روزے رکھنے سے مقصود تو متقی بننا ہے۔ جب یہ تقویٰ نہیں۔ تو پھر روزے سے اس نے کیا فائدہ حاصل کیا۔ ایسا ہی فرمایا لَیْسَ الصِّیَامُ مِنَ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ وَحْدَہٗ لٰکِنْ مِنَ الْکِذْبِ وَالْبَاطِلِ وَاللَّغْوِ وَالْحَلْفِ ط روزہ بھی نہیں کہ کھانے پینے سے آدمی رکجائے۔ بلکہ اسکے ساتھ جھوٹ بولنے جملہ خلاف حق امور اور لغو کاموں اور جھوٹی قسموں سے باز رہنا چاہیئے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے۔ الصیام

---

[1] وعن انس قال کان النبی صلے اللہ علیہ وسلم یفطر قبل ان یصلی علی رطبات فان لم تکن رطبات فتمیرات۔ فان لم تکن تمیرات حسا حسوات من ماء (رواہ الترمذی) اس حدیث میں قبل ان یصلی۔ رطبات تمیرات۔ حسوات کے الفاظ قابل غور ہیں۔ مشکوۃ ص۱۷۵ مشکوۃ الفصل الثانی میری جدہ ماجدہ مرحومہ (اللھم اغفر لھا) ولصوم غد۔ نویت اسکے ساتھ ملایا اور مجھے سکھایا کرتی تھیں۔ جزاہا اللہ احسن الجزاء

جنۃ فلا یرفث ولا یجہل فان امرء قاتلہ او شاتمہ فلیقل انی صائم مرتین (مشکوۃ) روزہ ڈھال ہیں پس روزہ دار نہ فحش بکے نہ جھگڑا کرے۔ اگر کوئی اس سے لڑے یا گالی دے تو اسے کہدے بھائی صاحب! میں روزے سے ہوں۔ آپ مجھے معاف فرمائیے۔ دو بارہ یہ حدیثیں لکھکر میں اپنے احمدی دوستوں کو مخاطب کرتا ہوں۔ میرے پیارے بھائیو! تم خدا کے فضل سے احمد رسول اللہ کے زیر تربیت تعلیم پاتے رہے ہو تم اس مدرسہ کے ابتدائی طالبعلم نہیں ہو۔ کہ میرا مطالبہ تم سے بعض ابتدائی باتوں پر ہو۔ جیسے تمہارا اللہ پر ایمان۔ ملائکہ پر ایمان۔ انبیاء پر ایمان۔ کتب الٰہیہ پر ایمان یوم الآخرۃ پر ایمان۔ تمام مدعیانِ اسلام سے ایک جداگانہ شان رکھتا ہے۔ اور تم عرفان و ایقان و احسان کے اعلیٰ مراتب پر پہنچ چکے ہو۔ اور جیسے تمہاری نمازیں نہ صرف جسمانی اعتبار سے بلکہ روحانی اعتبار سے اپنے اندر ایک خاص امتیاز رکھتی ہیں جیسے تمہارے اخلاق تمہارے عادات تمہارے معاملات ایک نمایاں خصوصیت کے ساتھ مشہور بین الناس ہیں ایسے ہی تمہارے روزے بھی معمولی عوام سے روزے نہیں ہونے چاہئیں یعنی صرف اسی حد تک نہیں۔ کہ دیگر مدعیانِ اسلام کیطرح ہم بھی دن بھر نہ کھائیں۔ بلکہ اس جسم میں روح بھی ہونی چاہیئے۔ جس سے یہ پرواز کر کے خدا کی جناب محل تقرب تک پہنچ جائیں۔ اور ہم ایک عالم کو دکھا دیں۔ کہ ہمارے روزے اپنے اندر ایک روحانیت رکھتے ہیں۔ پھر کوئی معترض اسلام کے احکام کے خلاف زبان اعتراض نہ کھول سکے۔ ہمارا طرز عمل ہی انکا بہترین جواب ہو۔ ہر روز روزہ کھولنے کے بعد ہم اپنے نفوس کا محاسبہ کریں کہ ہم نے کس کس بدی کو چھوڑا اور کس کس نیکی کو اختیار کرنے کی طاقت پائی۔ حدیث میں ہے من استواہ یوماہ فھو مغبون ؎

جس کے دو دن ہوں برابر حال کے ✧ اس میں کیا شک ہے کہ وہ مغبون ہے

مومن تو ہر لحظہ ہر گھڑی ظلمات سے نکلکر نور کی طرف آتا ہے (اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُہُمْ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ) تو حیف ہے۔ اگر ہم اس نورانی مہینے میں نور کے ذریعے اپنی ظلمات رسوم و رواج و ظلمات بدعات و ظلمات عادات و ظلمات کسل سے باہر نہ نکالیں۔ سحری کے وقت

روٹی کھانے کے لیئے تو ہماری جاگ کھلجائے۔ اور ہم ہر روز باقاعدہ بیدار ہوں۔ اور اس جاگنے کے لیئے تمام ہمسیوں کو الارم دیں۔ اپنے عزیزوں دوستوں کو تاکید کریں۔ کہ ہمیں اٹھا دینا۔ اور روحانی غذا (تہجد و قرآن مجید) کے لیئے سال کے دوسرے مہینوں میں ہم نہ اٹھ سکیں۔ افسوس ہی ہماری حالت پر۔ رمضان کے دنوں میں تو تدارس قرآن کے لیئے وقت نکال لیں اور ہمارے معمولی کاموں کا کچھ حرج نہ ہو۔ اور سال کے دوسرے دنوں میں اس سے مضایقہ کریں۔ ہمیں چاہیئے۔ کہ اپنے قلوب میں بھوک کے وقت اس بات کا احساس پیدا کریں۔ کہ غریب مسکین لوگوں کو بھوک سے ایسی ہی تکلیف ہوتی ہے۔ جیسی ہمیں ان ایام میں پس بقدر اپنی طاقت کے انکی خبرگیری کرتے رہیں۔ صدقہ دینے سے کبھی مال کم نہیں ہوتا۔ اگر صدق نیت سے اخلاص کیساتھ دیا جائے۔ تو مال اسی دنیا میں بڑھتا ہے اور اسکی زندہ مثالیں موجود ہیں۔ ؎

زکوٰۃ مال بدر کن کہ فضلۂ رز را ؛ چو باغباں ببرد بیشتر دہد انگور

(۳) انہی روزوں سے اپنے اندر مستقل طور پر مصیبت کے وقت صبر و قناعت کا مادہ پیدا کرو۔ اور کسی نقصان مال و جان یا جوع یا خوف و نقص ثمرات سے گھبرا نہ جاؤ۔ بلکہ صبر سے ایک درجہ ترقی کرکے شکر و رضا بالقضاء کے مقام پر پہنچ جاؤ (۳) نرمی اور بردباری اپنا شیوہ بناؤ (۴) اور شب بیداری اور سحر خیزی کی ایسی عادت کر لو۔ کہ قلیل من اللیل ما یہجعون اور مستغفرین بالاسحار کی مثالیں دیکھنے کے لیئے اکناف عالم میں قرآن خواں کی نظر صرف تمہیں پر پڑے (۵) جیسے تم روزہ کھولنے کے وقت بھوک و پیاس کی مشقت کے بعد معمولی روٹی اور پانی کو دیکھکر بے اختیار الحمد للہ الحمد للہ کہے جاتے ہو۔ اسی طرح روز ہر نعمت کے پانے پر تم الحمد للہ پڑھو۔ اور خدا کا شکر بجا لانا اپنا معمول بناؤ۔ کیونکہ ولئن شکرتم لازیدنکم وارد و منزل ہو چکا ہے (۶) جیسے رمضان میں قرآن شریف پڑھنے سننے کا موقع نکالتے رہے ہو کیا اچھا ہو۔ کہ ہر مہینے میں تمہارا یہی دستور العمل ہے۔ الغرض تمہارے روزے عوام کے روزے نہ ہوں بلکہ تمہارے روزے وہ روزے ہوں جنکو امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اخص الخواص کے روزے کہتے ہیں جن کے لیئے چھ ہدایات ہیں۔ اول نظر کا نیچے رکھنا۔ اور جو باتیں بری اور مکروہ ہیں انکی طرف

متوجہ ہونا۔ بلکہ ان چیزوں سے دل ہٹائے رکھنا جو خدا تعالےٰ کی یاد سے غافل کردیں۔ جو خدا تعالےٰ کے خوف سے بدنظری سے بچے اور ایسی چیزوں کو چھوڑدے۔ تو وہ اپنے اندر ایک نور ایمان پائیگا اور ایسی روحانی لذت اٹھائیگا جو اس عارضی خوشی کے مقابل میں ہیچ ہوگی۔ **دوم** صوفیاء کے نزدیک جھوٹ غیبت چغلی اور جھوٹی قسم اور شہوت کے ساتھ مجرد نظر کرنیسے بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ پس زبان کو بیہودہ باتوں۔ جھوٹ۔ غیبت چغلی فحش ظلم۔ جھگڑے گالی گلوچ اس کلام سے جو قال اللہ اور قال الرسول کے خلاف ہو اور کسی کی بات کاٹنے سے محفوظ رکھو۔ سکوت لازم پکڑو۔ اور حتی الوسع ذکر الٰہی اور تلاوت قرآن میں مشغول رہو۔ یہ تو آنکھوں اور زبان کا روزہ ہوا **سوم** کانوں کو بری باتوں کے سننے سے باز رکھو۔ جن باتوں کا کہنا حرام ہے۔ انکا سننا بھی منع ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں سمّٰعون للکذب۔ اکالون للسّحت فرما کر جھوٹ سننے والوں کو حرام خوروں کے ساتھ ملایا گیا ہے۔ اور مولویوں اور پیرو نکو تہدیداً فرمایا ہے۔ کیوں نہ منع کیا۔ انکو گناہ کی باتوں کے کہنے اور حرام کھانے سے لَوْلَا يَنْهٰهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ۱۲۶ تا ۱۳۱ - اور حدیث میں غیبت سننے والیکو غیبت کرنیوالے کی مثل ٹھہرایا۔ پس یہ کانوں کا روزہ ہے **چہارم**۔ ہاتھ پاؤں اور دوسرے اعضاء کو بری باتوں سے روکنا۔ اور **پنجم** شکم میں افطار کے وقت حلال طیب رزق ڈالنا۔ اس بارے میں بہت احتیاط کرو کہ تم جب روزہ کھولو۔ تو نہایت پاک اور مطہر کھانے سے کھولو۔ حقہ جیسی مکروہ چیز یا ایسے مال کے کھانے سے افطار کرنا جو چوری یا کسی ناجائز طریق سے کمایا گیا ہو۔ اپنے روزے کو برباد کرنا ہے۔ اور اسکی مثال اس شخص کی ہے۔ جو بڑی محنت اور خرچ کے ساتھ اپنے رہنے کے لئے ایک محل بنائے۔ اور پھر اسے بغیر کسی وجہ کے منہدم کرادے۔ تمہارے ہاتھ کبھی کسی ناجائز چیز کی طرف نہ بڑھیں تمہارے پاؤں کسی ایسی جگہ چل کر نہ جائیں۔ جو خدا کے نزدیک ممنوع ہو **پنجم** حلال بھی کھاؤ۔ تو اسراف سے بچو۔ جب روزہ جذبات نفس کو کم کرنیکے لئے ہے۔ تو بہت افسوس کی بات ہے۔ اگر کھانے پینے میں اسقدر اہتمام و تکلّف کیا جاوے۔ جو اپنی طاقت سے بڑھکر ہو۔ اور جو جسمانی قویٰ کو قائم و قوی رکھنے کی بجائے اور بیمار کردے۔ روزہ رکھنے کا مقصد تو یہ ہے کہ قوت بہیمیت

کم ہو۔ اور روحانیت بڑھے۔ پس ایسی چیزوں کی بھرتی جس سے قوائے شہوانیہ میں انگیخت ہو۔ جاؤ نہیں
ملکوت اور اپنے درمیان تن پروری کو آڑ نہ بناؤ۔ بلکہ ایسا مجاہدہ کرو کہ اس کا اثر تمہارے ظاہری قوے
پر پایا جاوے اور تم سبک سیر ہو کر ملاءِ اعلیٰ میں پہنچ جاؤ۔ ششم۔ افطار کے وقت بجائے اسکے کہ کھانے پینے
کی چیزوں میں محو ہو کر خدا بھول جاؤ۔ چاہیئے کہ تمہارے دل خوف و رجا سے بھر جائیں۔ اور تمہیں یہ
فکر لاحق ہو کہ ہمارا روزہ منظور ہوا یا نہیں۔ دن بھر صرف منہ باندھے رکھنا اور باقی شہوات میں
مستغرق رہنا۔ اس امانت کو ضایع کرنا ہے۔ جو پروردگار نے ہمارے سپرد کی۔ اور اس کی مثال ایسی
ہے۔ جیسے کوئی وضو میں کسی عضو کو۔ بجائے پانی سے دھونے کے تین بار مسح کردے اور کہے شرط
تو پوری کردی۔ حالانکہ اصل مقصود جو دھونا تھا اس سے دہ کوسوں دور ہے۔ پھر صرف روزہ رکھنے ہی
پر اکتفا نہ کرو۔ بلکہ صدقہ و خیرات معمول سے زیادہ کرو اور ہر نیکی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لو حضرت ابن عباس
فرماتے ہیں کان رسول اللہ صلعم اجود الناس بالخیر وکان اجود ما یکون فی
رمضان (باب الاعتکاف) غرض تم روحانیت کے اعلیٰ مقامات تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہوئے

اعتکاف آخری عشرہ میں اس حالت تک پہنچ جاؤ۔ کہ اپنے معمولی کاروبار اور تعلقات بھی ایک
حد تک چھوڑ دو۔ سال میں دس دن کیا چیز ہیں۔ جہاں تین سو پچاس روز اپنے دنیا کے کاموں میں
لگے رہتے ہو وہاں یہ دس دن محض اللہ کے لیئے اور اپنی اصلاح کے واسطے خاص کردو۔ مسجد میں
بیسویں کی صبحکو[1] ایک پردہ کرکے بیٹھ جاؤ۔ اور تلاوت قرآن مجید و مطالعہ احادیث و ذکر الہی میں مشغول
رہو اعتکاف میں چھ باتیں ہیں۔ بالعزم خصوصیت سے کسی مریض[2] کی عیادت نہ کرنے جائے۔

---

[1] عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت کان النبی یعتکف فی العشر الاواخر من رمضان
فکنت اضرب لہ خباء فیصلی الصبح ثم یدخلہ الحدیث (بخاری) [2] وعن عائشۃ
قالت السنۃ علی المعتکف ان لا یعود مریضاً ولا یشہد جنازۃ ولا یمس المرأۃ
ولا یباشرھا ولا یخرج لحاجۃ الا لما لا بد منہ ولا اعتکاف الا بصوم ولا اعتکاف
الا فی مسجد جامع جماعۃ رواہ ابوداؤد اور ولا تباشروھن و انتم عاکفون فی المساجد۔ الآیۃ

کسی جنازہ میں حاضر نہ ہو۔ عورت کو مس بالشہوت نہ کرے۔ نہ مباشرت کرے۔ اور بے روزہ نہ ہو غیر مسجد نہ ہو۔ اور مسجد سے باہر نہ نکلے بجز کسی ایسی حالت کے جن سے انسان کو چارہ نہیں یعنی قضاء حاجت غسل جنابت۔ اگر اس مسجد میں جمعہ نہ ہوتا ہو۔ تو دوسری میں جا سکتا ہے۔ رستہ چلتے چلتے کسی مریض[1] کو پوچھے تو مضایقہ نہیں۔ مسجد میں بات چیت بے شک کرے۔

غرض آخری عشرہ[2] میں عبادت کے واسطے غیر معمولی اہتمام کرے۔ حدیث میں حضرت عائشہ کی روایت سے آیا ہے۔ کہ رسول کریم[3] صلے اللہ علیہ وسلم پچھلے دس دنوں میں اپنی کمر کس لیتے۔ اور شب بیداری فرماتے۔ بلکہ اپنے اہل کو بھی جگاتے۔ اور عبادت و ذکر الٰہی و تلاوت قرآن و حصول خیرات میں غیر معمولی کوشش فرماتے۔ اعتکاف کے لئے عورتیں بھی اعتکاف کر سکتی ہیں بلکہ مستحاضہ[4] بھی اور بی بی اپنے میاں سے بات چیت[5] کرنے کے لیے مسجد میں آ سکتی ہے۔ اور معتکف مسجد کے دروازہ پر بھی لوگوں[6]

---

[1] کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعود المریض وھو معتکف فیمر کما ھو فلا یعرج یسائل عنہ (رواہ ابوداؤد) اور حضرت عائشہؓ فرماتی ہے۔ والمریض فیہ اسأل عنہ الا و انا مارۃ۔

[2] کان رسول اللہ صلعم۔ یجتھد فی العشر الاواخر مالا یجتھد فی غیرہ (رواہ مسلم) [3] کان رسول اللہ صلعم اذا دخل العشر شد میزرہ و احیی لیلہ و ایقظ اہلہ متفق علیہ (۲) کان یعتکف العشر الاواخر من رمضان حتی توفاہ اللہ (متفق علیہ) [4] عن عائشۃ قالت اعتکفت مع رسول اللہ صلعم امرأۃ من ازواجہ مستحاضہ الحدیث (بخاری)

[5] ان صفیۃ زوج النبی صلے اللہ علیہ وسلم اخبرتہ انھا جاءت رسول اللہ صلعم تزورہ فی اعتکافہ فی المسجد فی العشر الاواخر من رمضان فتحدثت عندہ ساعۃ ثم قامت منقلبۃ فقام النبی صلعم معھا یقلبھا حتی اذا بلغت باب المسجد عند باب ام سلمہ مر رجلان من الانصار مسلما علی رسول اللہ صلعم فقال لھما رسول اللہ صلعم علی رسلکما انما ھی صفیۃ بنت حی فقال سبحان اللہ یا رسول اللہ و کبر علیھما فقال النبی صلعم ان الشیطان یبلغ من الانسان مبلغ الدم انی خشیت ان یقذف فی قلوبکما شیئاً۔ (بخاری)

بات چیت کر سکتا ہے۔

قیام رمضان ماہ رمضان میں ایک تو روزوں کا حکم ہے۔ دوسرے حسب طاقت کھانا کھلانے کا تیسرے تدارس قرآن مجید کا چوتھے قیام رمضان[۱] کا یعنی نماز نوافل میں معمول سے زیادہ اہتمام صحابہ میں تین طریقے قیام رمضان کے مروّج تھے۔ بعض میں رکعتیں باجماعت پڑھتے تھے۔ بعض آٹھ رکعتیں باجماعت عشاء کی نماز کے بعد معاً یا سحری کے وقت یعنی پہلی یا پچھلی رات بعض گھروں میں تہجد پڑھ لیتے جس کو جو میسر آئے۔ وہ کرلے یہ نماز جس کو تراویح کے نماز کہتے ہیں کوئی الگ نماز نہیں۔ بلکہ وہی تہجد کی نماز ہے۔ آنحضرت صلعم نے دو تین رات ماہ رمضان میں اسے باجماعت[۲] بھی پڑھایا۔ پھر فرمایا۔ کہ گھروں میں پڑھ لیا کرو۔ حضرت عمرؓ نے مسجد میں دیکھا۔ کہ کچھ لوگ الگ پڑھ رہے ہیں۔ اور کچھ باجماعت۔ تو آپ نے انہیں ایک قاری پر جمع[۳] کر دیا۔ اور فرمایا[۴] کہ پچھلی رات پڑھنے کی نیت سے سو رہنے والے اس وقت قیام کرنیوالوں سے افضل ہیں۔

---

[۱] ابو ہریرہ) قال کان رسول اللہ صلعم یرغب فی قیام رمضان من غیر ان یامرہم فیہ بعزیمۃ فیقول من قام رمضان ایمانا واحتسابا غفر لہ ما تقدم من ذنبہ۔ [۲] عن زید بن ثابت ان النبی صلعم اتخذ حجرۃ فی المسجد من حصیر فصلی فیہا لیالی حتی اجتمع علیہ ناس ثم فقدوا صوتہ لیلۃ وظنوا انہ قد نام فجعل بعضہم یتنحنح لیخرج الیہم فقال ما زال بکم الذی رأیت من صنیعکم حتی خشیت ان یکتب علیکم ولو کتب علیکم ما قمتم بہ فصلوا ایہا الناس فی بیوتکم فان افضل صلوۃ المرء فی بیتہ الا الصلوۃ المکتوبۃ (متفق علیہ) بخاری میں ہے خرج لیلۃ من جوف اللیل فصلی فی المسجد وصلی رجال بصلاتہ؛

[۳] عن عبد الرحمن بن عبد القاری قال خرجت مع عمر بن الخطاب لیلۃ الی المسجد فاذا الناس اوزاع متفرقون یصلی الرجل لنفسہ ویصلی الرجل فیصلی بصلوتہ الرھط فقال عمر انی لو جمعت ھؤلاء علی قاری واحد لکان امثل۔ ثم عزم فجمعہم علی ابی بن کعب الحدیث

[۴] والتی تنامون عنہا افضل من التی تقومون یرید آخر اللیل وکان الناس یقومون اولہ (رواہ البخاری)

اور ابی بن کعب ۵۱ اور تمیم الداری کو حکم دیا۔ کہ لوگوں کو گیارہ رکعت پڑھا دیا کریں

صدقۃ الفطر اس طرح پر گنتی پوری کرے۔ اور پھر ولتکملوا العدۃ ولتکبروا اللہ علیٰ ما ھداکم ولعلکم تشکرون کے ارشاد واجب الانقیاد کے ماتحت شوال کا ہلال دیکھ کر روزے رکھنے چھوڑ دے۔ اور شکریہ مالی صدقۃ الفطر کی صورت میں اور شکریہ روحانی و جسمانی نماز کی شکل میں ادا کرے۔

صدقۃ الفطر اسلئے مشروع ہے۔ کہ عید کے دن مساکین کی امداد ہو ۵۲ اور روزے میں جو نقص رہ گئے انکو پورا کرے۔ یہ صدقہ غلام۔ آزاد۔ مرد و عورت۔ چھوٹے بڑے۔ غنی فقیر پر ہے۔ نماز پڑھنے سے پہلے ادا کر دینا چاہیئے۔ ورنہ پھر صدقۃ الفطر نہیں۔ بلکہ معمولی صدقہ ہو جائیگا۔ جو اور ہر قسم جنس ایک صاع فی کس اور گندم نصف صاع۔ صاع دو مد کا ہوتا ہے۔ اور صاع کوئی اڑھائی سیر انگریزی کے قریب کہا جاتا ہے۔ غلہ کے عوض نقدی بھی جائز ہے۔

---

۵۱ وعن السائب بن یزید قال امر عمر ابی بن کعب وتمیما الداری ان یقوما للناس فی رمضان باحدی عشرۃ رکعۃ الحدیث (۲) عن ابی سلمہ بن عبد الرحمن انہ سأل عائشۃ کیف کانت صلوٰۃ رسول اللہ صلعم فی رمضان فقالت ماکان یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علیٰ احدی عشرۃ رکعۃ (بخاری) ۵۲ ابن عباس (فرض رسول اللہ صلعم زکوٰۃ الفطر طہرۃ للصائم من اللغو وطعمۃ للمساکین فمن اداھا قبل الصلوٰۃ فھی زکوٰۃ مقبولۃ ومن اداھا بعد الصلوٰۃ فھی صدقۃ من الصدقات ابوداؤد نے روایت کی حاکم نے صحیح کہا

۵۳ قال رسول اللہ صلعم صاع من بُرّ او قمح عن کل اثنین صغیرا او کبیر حر او عبد ذکر او انثیٰ اما غنیکم فیزکیہ اللہ واما فقیرکم فیرد علیہ اکثر مما اعطاہ (ابوداؤد) (ابن عمر) او صاعا من شعیر (متفق علیہ)

۵۴ اسحاق بن سلیمان کہتے ہیں۔ میں نے مالک بن انس سے کہا۔ کہ صاع سے کیا مراد ہے۔ تو انہوں نے بہت سے صاع جمع کئے۔ جن کی نسبت شہادت دی گئی۔ کہ ہمارے آباء ان سے باپ کر صدقۃ الفطر ادا کرتے۔ وزن کرنے پر پانچ رطل اور ایک تہائی نکلا۔ رطل آدھ سیر ہوتا ہے۔

عید الفطر یہ باتیں عید والے دن مسنون ہیں۔ (۱) اپنی آرائش (۲) غسل (۳) مسواک (۴) عمدہ کپڑا (۵) خوشبو (۶) سویرے اٹھنا (۷) عیدگاہ میں جلد جانا (۸) کچھ کھا کر جانا[۱] (۹) نماز کا پڑھنا (۱۰) جس راہ سے جاویں۔ دوسری[۲] راہ سے آویں (۱۱) تکبیر کہتے آنا جانا[۳]۔ اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ و اللہ اکبر و للہ الحمد یا کلمہ شہادت (۱۲) مستورات کا بھی عیدگاہ میں جانا امر مسنون ہے۔

طریق نماز بغیر اذان و اقامت کے سب سے پہلے نماز پڑھی جاوے۔ تکبیر تحریمہ[۴] کہکر ہاتھ باندھ لیں۔ ثناء پڑھکر پھر سات تکبیریں کہی جاویں۔ اللہ اکبر کے ساتھ ہاتھ کانوں تک کھلے چھوڑے جاویں۔ ساتویں تکبیر[۵] پر ہاتھ باندھ لیں۔ دوسری رکعت میں بھی قبل قرأت پانچ تکبیریں کہیں۔ سوائے اس تکبیر کے جو سجدہ سے اٹھتے کہی جاتی۔ پانچویں تکبیر کے ساتھ ہاتھ باندھ لیں یہ امر بھی آثار سے ثابت ہے۔ کہ پہلی رکعت میں قبل قرأت تین تکبیر اور دوسری رکعت میں بعد قرأۃ تین تکبیر کہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سبح اسم۔ ہل اتاک حدیث الغاشیہ

[۰] اخذ عمر جبتہ من استبرق تباع فی السوق فاخذہا فاتی رسول اللہ صلعم فقال یا رسول اللہ ابتع ہذہ تجمل بہا للعید (بخاری) [۰] عبد اللہ بن بسر ان کنا فرغنا فی ہذہ الساعۃ و ذلک حین التسبیح۔ یعنی نماز چاشت کے وقت۔ [۱] کان رسول اللہ صلعم لا یغدوا یوم الفطر حتی یاکل تمرات و یاکلہن وترا رواہ البخاری [۲] کان النبی اذا خرج یوم العید فی طریق رجع فی غیرہ۔ رواہ الترمذی [۳] ان رسول اللہ صلعم کان یکبر فی الفطر من حین یخرج من بیتہ حتی یاتی المصلی (دار قطنی)

[۴] عن جابر قال شہدت الصلوٰۃ مع النبی صلے اللہ علیہ وسلم فی یوم عید فبدء بالصلوٰۃ قبل الخطبۃ بغیر اذان ولا اقامۃ فلما قضی الصلوٰۃ قام متکئاً علی بلال فحمد اللہ و اثنی علیہ و وعظ الناس و ذکرہم و حثہم علی طاعتہ و مضی الی النساء و معہ بلال فامرہن بتقوی اللہ و وعظہن و ذکرہن رواہ النسائی مشکوٰۃ

[۵] اور فتح القدیر میں ہے۔ کہ ولید بن عقبہ امیر کوفہ کو عبد اللہ بن مسعود نے بتایا۔ ان یکبر فی الاولی خمسا و الثانیہ اربعا و ان یوالی بین القرائتین۔ یعنی پہلی میں مع تکبیر تحریمہ پانچ اور دوسری میں چار اور پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے دوسری میں قرأت کے بعد کہے جیسا کہ حنفیہ کا معمول ہے +

[۶] ان النبی صلعم کبر فی العیدین فی الاولی سبعا قبل القرأۃ و فی الآخرۃ خمسا قبل القرأۃ ترمذی

یا سورہ قؔ اقترب الساعۃ پڑھتے تھے۔ نماز کے بعد امام خطبہ پڑھے۔ اور سب سنیں خطبہ جمعہ کی طرح میٹھکر پھر نہیں اٹھتے۔ اور اسکے بعد دعا لوگو نکی تحریک سے حضرت اقدس فرما دیا کرتے تھے۔

متفرق عید کی نماز سے پہلے اور بعد[1] میں کوئی نماز نہیں۔ اور نماز عید کے بعد مصافحہ و معانقہ امر مشروع اور سنت نہیں۔ اور عید کے دن عورتوں[2] کا عیدگاہ میں جانا بھی امر مسنون ہے۔ اور بچے[3] بھی عید والے دن جائیں۔ چھوٹی لڑکیوں کا دف سے پاک گیت گانا اور اکھاڑہ جائز ہے

دیکھو بھائیو! میں پھر اخیر میں کہتا ہوں۔ کہ صوم ایک نعمت عظمیٰ ہے۔ یہ ایسی عبادت ہے۔ کہ مولا کریم خود اس کی جزا ہے۔ جیسا کہ فرمایا الا الصوم فانہ لی وانا اجزی بہ یدع شھوتہ وطعامہ من اجلی۔ بس تم اپنے مولیٰ کو پانا چاہتے ہو۔ تو روزے رکھو اور اس حقیقت کے ساتھ رکھو جو اس مضمون میں بیان ہوئی۔ اور دعاؤں میں لگجاؤ کہ خدا ماہ رمضان میں خصوصیت سے دعائیں قبول فرماتا ہے۔ چنانچہ قرآن شریف میں روزے کے احکام بیان کرکے فرماتا ہے واذا سالک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجیبوالی ولیؤمنوابی لعلھم یرشدون۔ اللہ تعالے مجھے اور آپکو اسپر عمل کرنے کی توفیق بخشے۔ اللّٰھم ربنا آمین۔

---

[1] عن ام عطیۃ قالت کنا نؤمر ان نخرج یوم العید حتی نخرج البکر من خدرھا حتی نخرج الحیض فیکن خلف الناس فیکبرن بتکبیرھم ویدعون بدعائھم یرجون برکۃ ذلک الیوم (بخاری)

[2] قال سمعت ابن عباس قال خرجت مع النبی صلعم یوم فطر او اضحی فصلی العید ثم خطب ثم اتی النساء (بخاری)

[3] عن عائشۃ قالت دخل علیّ رسول اللہ وعندی جاریتان تغنیان بغناء بعاث فاضطجع علی الفراش وحول وجھہ ودخل ابوبکر فانتھرنی وقال مزمارۃ الشیطان عند رسول اللہ صلعم فاقبل علیہ رسول اللہ صلعم فقال دعھما وکان یوم عید یلعب السودان بالدرق والحراب۔ یہ کھیل رسول اللہ صلعم نے حضرت عائشہ کو بھی دکھلایا۔ (بخاری)

آریہ مسافر اپنے رہنما سے برسرِ پرخاش

آگرہ کا مسافر اور جالندھر کا مسافر ان عجیب الفطرت مسافروں میں سے ہیں۔ جو ہیں تو راہِ راست سے بھٹکے ہوئے مگر اپنے تئیں صراطِ مستقیم پر سمجھتے ہیں۔ پھر یہیں تک بس نہیں۔ بلکہ اپنے سچے خیر اہوں۔ دلی بہی خواہوں سے جو اخلاص کے ساتھ ان کی رہنمائی کرتے ہیں۔ بات بات پر الجھتے ہیں۔

رسالہ ماہ جون میں ہم نے مختصر طور پر آریہ مسافر جالندھر کو بتایا تھا۔ کہ جہاد کن صورتوں میں جائز ہے۔ اور جہاد کیوں کیا جاتا ہے۔ لیکن ان باتوں پر اڈیٹر صاحب نے کچھ توجہ نہیں کی۔ اور اپنے جولائی کے رسالے میں طول طویل مضمون لکھ رہا ہے۔ جس میں نہایت دریدہ دہنی سے ہمارے نبی کریم صلعم اور ان کے پاک دین پر حملہ کیا ہے۔ اور خواہ مخواہ صاحبزادہ مرزا محمود احمد ایدہ اللہ الاحد کا نام نامی درمیان میں لا کر اس چٹان سے اپنا سر پھوڑنا چاہتا ہے۔ جو اپنی مضبوطی کی وجہ سے مشہور بین الانام ہے۔

میں آریہ مسافر کے ایڈیٹر صاحب کی توجہ دوبارہ قرآن مجید کی ان آیات کی طرف منعطف کرنا چاہتا ہوں۔ جو اس مسئلہ میں بطور اصل الاصول کے ہیں۔ وہ یہ کہ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ (جو چاہے ایمان لائے جو چاہے منکر رہے) اور لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ (دین میں کوئی زبردستی نہیں۔ ہدایت کی راہ ضلالت سے کھلی پڑی ہے) اور اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ (کیا تو لوگوں کو مجبور کریگا۔ کہ ایمان لائیں) اس بات پر نصِ صریح ہیں۔ کہ زبردستی مسلمان بنانا اسلام میں ہرگز ہرگز جائز نہیں۔ اور چونکہ زبردستی منوانیکا نتیجہ نفاق ہے۔ اسلئے منافقوں کو کفار سے بھی بدتر بتایا ہے۔ اور اعلان کر دیا۔ کہ اسلام منافق کو کچھ درجہ نہیں دیتا۔ بلکہ اس کی نسبت جہنم اور لعنت کا وعید ہے اور اسکا جنازہ پڑھنے کی بھی اجازت نہیں

ملاحظہ ہوں یہ دو آیتیں کہ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ۔ منافق دوزخ
کی نچلی تہ میں پڑینگے (۲) وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْھُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِہٖ
ان کا ہرگز جنازہ نہ پڑھو اور قبر پر کھڑے نہ ہو) جب یہ صورت ہے۔ تو خود ہی انصاف فرمایئے۔ کہ
اسلام زبردستی منوانیکا کب مجوز ہو سکتا ہے۔ حالانکہ یہ اظہر من الشمس ہے کہ عقاید جو قلب سے متعلق
ہیں۔ انکے متعلق اکراہ موجب نفاق ہے۔ باقی رہا یہ سوال کہ پھر جنگیں کیوں ہوتی ہیں۔ اور اسلام
نے لڑائی کی اجازت کب دی ہے۔ تو اسکا جواب یہ ہے۔ وَقَاتِلُوْھُمْ حَتّٰی لَا تَکُوْنَ فِتْنَةٌ
وَّیَکُوْنَ الدِّیْنُ لِلّٰہِ۔ کہ اس آیت کے مطابق لڑائی فتنہ فساد روکنے اور مذہبی آزادی (جس
میں کسی مذہب کی خصوصیت نہیں) کے لیئے کرنی جائز ہے۔ وہ بھی انہیں سے جو تم سے لڑتے ہیں
یا نقص عہد کر کے سوسائٹی کے امن میں خلل انداز ہوتے ہیں۔ چنانچہ میرے اس دعوے کی دلیل
ایک تو یہ آیت ہے وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا
اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ یعنی لڑو ان سے جو تم سے لڑتے ہیں۔ اور پھر بھی زیادتی نہ کرو
بلکہ اللہ زیادتی کرنیوالونکو پسند نہیں کرتا۔ دوم یہ اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّکَثُوْٓا اَیْمَانَھُمْ وَھَمُّوْا
بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَھُمْ بَدَءُوْکُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ۔ یعنی تم اس قوم سے کیوں نہ مقابلہ کرو۔ جنھوں نے
اپنی قسمیں توڑ ڈالیں۔ اور رسولوں کے نکالنے پر تل گئے۔ اور پھر لڑائی کی چھیڑ چھاڑ بھی پہلے
انہی سے ہوئی۔ اور اسی قبیل سے ہے آپ کی وہ آیت جو آپنے اپنے مقصود ثابت کرنے
کے لئے پیش کی یعنی بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖٓ اِلَی الَّذِیْنَ عٰھَدْتُّمْ مِّنَ
الْمُشْرِکِیْنَ۔ کیونکہ اَلَّذِیْنَ عَاھَدْتُّمْ سے ظاہر ہے۔ کہ اس آیت میں صرف ان مشرک قبایل
کا ذکر ہے جن سے کوئی معاہدہ ہوا۔ اور پھر انہوں نے شرارت سے اس معاہدہ کی خلاف ورزی
کی۔ یہ استدلال میں اس سے اگلی آیت سے کرتا ہوں۔ کیونکہ اس میں ان مشرکوں کو اس حکم سے
مستثنیٰ کر دیا گیا ہے۔ جو اپنے معاہدہ پر قایم ہیں اِلَّا الَّذِیْنَ عٰھَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ
ثُمَّ لَمْ یَنْقُصُوْکُمْ شَیْئًا وَّلَمْ یُظَاھِرُوْا عَلَیْکُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْٓا اِلَیْھِمْ عَھْدَھُمْ اِلٰی مُدَّتِھِمْ

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ یعنی سوا ان مشرکوں کے جنھوں نے کچھ قصور نہیں کیا۔ تمہارے مقابلہ میں کسی کی مدد نہیں کی۔ بس ان کا عہد وعدہ مقررہ تک پورا کرو۔ کیونکہ اللہ نقض عہد سے بچنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ اور پھر اسی سورہ میں فَمَا اسْتَقَامُوا لَکُمْ فَاسْتَقِیْمُوا لَھُمْ فرما کر اسکو بہت واضح کر دیا۔ کہ جب تک تم سے وہ سیدھے رہیں۔ یعنی امن وعہد میں خلل انداز نہ ہوں۔ تم بھی عہد پہ مستقیم رہو۔ باوجود اس تشریح کے پھر آپ کا یہ لکھنا کہ خدا اور اسکا رسول حضرت محمدؐ سے قطع تعلق کرتے ہیں۔ کیوں بے وجہ نادرؔ کیا انصاف ہے۔ وجوہات تو بتا دیئے۔ کہ وہ معاہدہ کو نقص کرتے ہیں (اور یہ ایسی صداقت ہے۔ کہ وہ مشرک بھی اسکے جواب میں یہ نہیں کہہ سکے ہمنے کوئی قصور نہیں کیا) دوم۔ تمہارے مقابلہ میں غیر کی امداد کرتے ہیں یعنی خلاف معاہدہ مفسدوں کے معاون بنتے ہیں۔ پھر اسکے علاوہ اسی سورۃ کی اگلی آیتوں میں اور تشریح کی ہے۔ جو یہ ہے۔ کہ لَا یَرْقُبُوْا فِیْکُمْ اِلًّا وَّلَا ذِمَّۃً۔ کہ بصورت غلبہ نہ تو رشتہ داری کا لحاظ کرتے ہیں۔ نہ اپنے عہد کا پاس یعنی ان تعلقات دیرینہ کو بر طرف کرکے تکلیفیں پہنچاتے ہیں۔ اور جان سے مار ڈالنے سے بھی نہیں ٹلتے (۲) فصدوا عن سبیلہ۔ لوگونکو اللہ کے رستے سے روکتے ہیں یعنی مذہبی آزادی میں خلل انداز ہوتے ہیں (۳) وان نکثوا ایمانھم من بعد عھدھم وطعنوا فی دینکم۔ اگر عہد باندھکر پھر اپنی قسمیں توڑیں اور تمہارے دین میں طعنہ کریں۔ یہ طعنہ اس قسم کا ہے جیسی اس گورنمنٹ کے عہد میں بھی کسی دوسرے کے مذہب پر حملہ کرنیوالا سزایاب ہوتا ہے۔

یہ وجوہات ایسی ہیں۔ کہ ان کی موجودگی میں کوئی مہذب سے مہذب گورنمنٹ بھی اپنی مجرمونکو سوائے سزا دینے کے نہیں چھوڑتی۔ اور اپنے مخالف سے سوا جنگ کرنیکے باز نہیں رہ سکتی۔ مگر قربان جاؤں اس پیارے نبی پر کہ ایسی خوفناک صورت حالات میں بھی رحم کا پہلو نکال لیا۔ اول تو انہیں چار مہینے کی مہلت دی۔ جس میں وہ اپنے متعلق تمام سامان کر سکتے تھے۔ تم لوگوں کے نزدیک تو صرف بارہ گھنٹے کا الٹی میٹم دیکر اٹلی ایک مہذب سلطنت ہے۔ پھر جو سلطنت چار ماہ کا الٹی میٹم دے اسکی نیک نیتی اور رحمدلی میں کیا شک ہو سکتا ہے۔ پھر علاوہ اسکے دیکھئے۔ کہ باوجود ان مفسدوں

اور مذہبی آزادی میں خلل ڈالنے والے انکے واجب القتل ہونے کے اللہ تعالےٰ نے حکمدیا۔ کہ اگر وہ خوشدلی سے مسلمان ہوجائیں۔ تو پھر انکو معاف کردو۔ بلکہ انہیں اپنا بھائی سمجھو۔ اس حکم کو خوب غور سے پڑھیئے جو آپنے اعتراض کی صورت میں پیش کیا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ فان تابوا واقاموا الصلوٰۃ و اٰتوالزکوٰۃ فخلوا سبیلھم ان اللہ غفور رحیم۔ کہ اگر وہ شرارتوں سے باز آجائیں۔ نماز پڑھنے لگیں۔ زکوٰۃ دیتے رہیں۔ تو انہیں چھوڑ دو۔ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ یہ معافی اسلئے کہ انکا مسلمان ہوجانا اس بات کی ضمانت تہی۔ کہ وہ آیندہ ہمیشہ کے لیئے نقص امن مفسدہ پردازی اور مذہبی آزادی میں مخل ہونے سے باز رہینگے۔ اسلیئے انکے پچھلے گناہوں پر قلم عفو پھیر اگیا یہ نہیں فرمایا۔ کہ انہیں قتل کرو۔ کیونکہ وہ ایمان نہیں لاتے۔ بلکہ قتل کرنیکے وجوہات تو اولاً انکا ہتھیار اٹھانا۔ قرابت داری تک کا پاس نہ کرنا۔ دوسری قوموں کو مسلمانوں کے خلاف مدد دینا۔ ہر وقت مسلمانوں کے خلاف ریشہ دوانیوں میں مصروف رہکر لوگونکو اکساتے رہنا۔ وغیرہ ذالک ہیں۔ اور پھر مزید براں یہ کہ باوجود چار ماہ کی مہلت پانے کے اپنی شرارتوں پر تلے بیٹھے ہیں تمام معافی کی صورتوں میں سے ایک صورت یہ بھی رکھی ہے۔ کہ اگر وہ بطیب خاطر مسلمان ہوجائیں۔ تو بھی انہیں چھوڑ دو۔ افسوس کہ جو بات قابل تعریف ہے۔ آپکو اس میں عیب نظر آرہا ہے ع ہنر بچشم عداوت بزرگتر عیبے است۔ اور آپکو یہ لکھنے میں شرم محسوس نہیں ہوئی کہ "تمام مطلب کو واضح کردیا ہے اور بتادیا ہے۔ کہ حضرت محمدؐ نے بلا قصور بھی مشرک لوگوں کی ہلاکت کا کھلا حکمدیا ہے۔ اور انکو بچانے کے لیئے اگر کوئی تدبیر کارگر ہو سکتی ہے۔ تو وہ محض یہ ہے کہ فوراً توبہ کرلیں"۔ حالانکہ اسی عبارت سے اوپر آپنے جو آیات لکھی ہیں۔ ان میں الا الذین عاھدتم من المشرکین کا استثنا موجود ہے۔ اور صاف لکھا ہے۔ کہ لم ینقصوکم شیئاً یعنی جنھوں نے تمہارا کوئی قصور نہیں کیا۔ انکو مت قتل کرو۔ اور جنھوں نے تمہارے مقابلہ میں کسی کی مدد نہیں کی۔ انکو بھی مت مارو۔ اور جن سے تمہارا عہد ہوچکا ہے۔ ان سے بھی مت مقابلہ کرو۔ اور پھر جو اسلام لاتے یا دوسرے لفظوں میں اپنی شرارتوں سے جو نقص امن کے متعلق باز آنے

کی کافی ضمانت دیتے ہیں۔ انکو بھی چھوڑ دو۔ پھر اسکے علاوہ باوجود جنگ چھڑ جانیکے کوئی مشرک تم سے امان مانگے۔ تو اسے پناہ دیدو۔ بلکہ اسے اسکے مقام تک بحفاظت تمام پہنچا دو۔ ذرا قرآن شریف کھول کر دیکھو۔ یہ آیت سورہ توبہ کے اسی پہلے رکوع میں ہے یا نہیں۔ جس سے دو تین آیتیں آپنے نقل کی ہیں۔ وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّىٰ يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ أَبْلِغْهُ مَأْمَنَهُ۔ کیا اسکے یہ معنی نہیں۔ کہ کوئی مشرک پناہ مانگے تو اسے پناہ دو کلام الٰہی سن لے۔ پھر اسے اسکی امن کی جگہ پہنچا دو۔ حکم تو یہ ہے۔ اور آپ کہتے ہیں۔ کہ قرآن نے بری طرح کافروں کو ہلاک کرنیکا حکم دیا ہے۔ اور اس قتل کے حکم کو روکنے کے لئے یا کافروں کے لیئے قتل سے بچنے کا اگر کوئی اپاؤ ہے۔ تو وہ محض یہ ہے۔ کہ کافر لوگ حضرت محمدؐ کی باتوں پر ایمان لے آویں۔ میں بڑی جرأت سے کہتا ہوں کہ غلط کہتے ہو۔ جھوٹ کہتے ہو۔ افترا کرتے ہو۔ اور باوجود آیات قرآنی کو سامنے رکھکر پڑھ لینے کے پھر بددیانتی سے اعتراض کرتے ہو۔ قتل سے بچنے کا ایک ہی اپاؤ نہیں۔ بلکہ چار ماہ کی مہلت ہے جس میں وہ کہیں جا سکتے ہیں۔ اپنا سامان جنگ درست کر سکتے ہیں۔ پناہ میں آنیکی درخواست کر سکتے ہیں۔ عہد پر قائم رہکر فما استقاموا لکم فاستقیموا لہم (جب تک وہ سیدھے رہیں۔ تم بھی ان سے سیدھے رہو) کی رعایت سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اور یہ میں پہلے بالتفصیل بیان کر چکا۔ کہ جنگ کی علت غائی مسلمان کرنا ہرگز نہیں کیونکہ جبرًا مسلمان بنانیکی ہرگز اجازت نہ تھی۔ بلکہ جنگ تو صرف فتنہ و فساد دور کرنے اور مذہبی آزادی دینے کے لئے تھی۔ اور اسکا فائدہ تمام فرقوں کو یکساں پہنچنے والا تھا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ جو جنگ نہیں کرتے ان سے تعرض تو درکنار احسان کرنیکا حکم ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ أَن تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ؕ جو دین کے بارے میں تم سے نہیں لڑتے۔ اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالتے۔ اللہ منع نہیں کرتا۔ کہ ان سے بھلائی کرو۔ انصاف کرو۔ بلکہ اللہ تو انصاف والوں کو دوست رکھتا ہے۔ اس آیت کے پڑھنے سے جنگ کی وجوہات پر بھی روشنی

پڑتی ہے یعنی ایک تو یہ کہ وہ دین اسلام کے ارکان ادا کرنے یا اسکے قبول کرنے میں مانع آتے تھے اور اسپر لڑائی کرتے تھے۔ دوم بیچارے مسلمانوں کو انکے گھروں سے نکالدیتے تھے۔ اور اگر کوئی معاہدہ امن کے متعلق کیا جاتا۔ تو اسکو توڑ کر ایسی ایسی تکلیفیں پہنچاتے تھے۔ کہ بیچارے مسلمانوں کے سینے زخمی ہو گئے۔ اور انکے پیارے دین اور پیارے نبی پر وہ وہ زبان درازیاں کرتے تھے۔ کہ برداشت سے باہر تھا۔ تب اس مجبوری کی صورت میں حکم دیا گیا۔ کہ ان کے ائمہ الکفر سے جنگ کرو تا کہ وہ باز آجائیں۔ یہ استدلال میں نے اس آیت .... اِنْ نَّکَثُوْٓا اَیْمَانَھُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَھْدِھِمْ وَطَعَنُوْا فِیْ دِیْنِکُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّۃَ الْکُفْرِ اِنَّھُمْ لَآ اَیْمَانَ لَھُمْ لَعَلَّھُمْ یَنْتَھُوْنَ سے کیا ہے۔ جو اسی سورہ توبہ میں ہے۔ جس کی چند آیات کی بنا پر آپنے اعتراض کیا ہے۔ دیکھیے لَعَلَّھُمْ یَنْتَھُوْنَ فرمایا لَعَلَّھُمْ یُسْلِمُوْنَ نہیں فرمایا جس سے صاف ظاہر کیا ہے۔ کہ مسلمانوں کی جنگ دفاعی لحاظ سے بچنے کے لئے ہے اور وہ بھی ائمۃ الکفر سے نہ کہ زبردستی مسلمان بنانے کے لئے باوجود اسقدر بیّنات کے اگر پھر بھی آپ کہیں قرآن میں اس امر کے لئے احکامات ہیں۔ کہ جو لوگ حضرت کو نبی نہ تسلیم کریں۔ اور انکی بات پر آنکھیں بند کرکے ایمان نہ لائیں۔ تو ان سے جہاد کیا جائے اور جہاد کرکے یا تو قتل کردیا جائے یا حضرت کی تعلیم کا پیرو بنایا جاوے" تو مجھے نیک نیتی کیساتھ اعتراض کرنیکے بارے میں شک کرنیکا کافی حق حاصل ہے۔ اور میں کیوں شک نہ کروں۔ کہ جب آپ مسلمانوں کے ان اوصاف کو بھی برا مانتے ہیں جو ہر سوسائٹی کے لئے موجب عزت و احترام باعث امن و امان ہو سکتے ہیں۔ وہ اوصاف اس آیت میں ہیں۔ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَھَاجَرُوْا وَجٰھَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّرِزْقٌ کَرِیْمٌ ۔ جو اللہ پر ایمان لائیں۔ اسے ہر وقت حاضر ناظر یقین کرکے گناہ آلودہ زندگی سے بچتے رہیں۔ ملائکہ کو مانیں۔ یعنی تمام نیک تحریکوں پر عمل پیرا ہوں۔ جو ضمیر میں وقتاً فوقتاً پیدا ہوں۔ راستباز انبیاء اور انکی کتابوں پر ایمان لائیں۔ جو صداقت سے لبریز ہیں۔ اور پھر جزا و سزا کے مسئلہ پر ایمان لائیں۔ پھر اگر کفار دم نہ لینے

دیں تو بجائے اسکے کہ ان سے برسرپرخاش ہوں۔ بیچارے اپنا پیارا وطن تک چھوڑنا گوارا کریں اور پھر باوجود اس بے سروسامانی کے اللہ کی راہ میں مال و جان سے کوشش کریں (اس سے پہلے فرما چکا ہے وَجَاهَدُوا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيْلِ اللهِ ط جس سے واضح ہے۔ کہ جہاد مال سے بھی ہوتا ہے) اور پھر جو انہیں اس مصیبت میں پناہ دیں۔ ان کی مدد کریں وہ سچے مومن ہیں آپ مجھے فرمائیں۔ کہ ان میں سے کونسی بات قابل اعتراض ہے۔ کیا شرک سے بیزاری اور اللہ پر ایمان بری بات ہے؟ کیا دین کے لیئے وطن چھوڑ جانا اور فتنہ و فساد نہ ہونے دینا بری بات ہے کیا اپنے دین کی صداقتیں پھیلانے کے لئے جان و مال سے دریغ نہ کرنا بری بات ہے۔ کیا ایسے بے سروسامانوں کو جگہ دینا انکی مدد کرنا بری بات ہے۔ اگر نہیں تو پھر آپ کیوں اس سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔ یہانتک تو مینے آپ کے پہلے اعتراض کا جواب دیا۔

اب میں مضمون کے دوسرے حصے کی طرف توجہ کرتا ہوں۔ جو یہ ہے۔ کہ آپ چند مسلمان بادشاہوں کے ذاتی فعل کو پیش کر کے اسلام پر اعتراض کرتے ہیں۔ اور مینے عرض کر دیا تھا۔ کہ اعتراض تو ہمیشہ مذہب اور اسکے بنا کردہ قوانین پر کرنا چاہیئے۔ کسی شخص کی ذاتی کمزوری کو پیش کر کے عیب لگانا ٹھیک نہیں۔ لیکن آپ کہتے ہیں۔ کہ "یہ لوگ مسلمان تھے۔ تو ان لوگوں کے ظالمانہ حرکات کو بھی اسلامی کہنا چاہیئے۔ کیونکہ وہ مسلمان تھے" یہ عجیب منطق ہے۔ میں راون اور کنس کی حرکات کو بھی ویدک احکام سے منسوب کرونگا۔ کیونکہ یہ لوگ ہندو تھے۔ اور جب آپ اعتراض کرینگے۔ تو میں کہدونگا کہ اسکے کیا معنی ہیں۔ کہ "اچھی اچھی" باتوں کو تو وید و ہندو ازم سے منسوب کیا جاوے۔ محض اسی وجہ سے کہ انکے کرنیوالے ہندو تھے . . . . لیکن ان ہندوؤں کے گناہ آلود حرکات کا وید سے کوئی تعلق نہ تسلیم کیا جاوے" طریق انصاف یہ تھا۔ کہ آپ قرآن مجید کا کوئی حکم پیش کرتے۔ جن سے انکے افعال کا جواز ثابت ہو۔ جہانبانی کے جو طریق بتائے گئے ہیں وہ لکھتے انکے نقائص بتاتے۔ اور پھر اسکے مقابل میں وید کے احکام پیش کرتے تا کہ میں انپر غور کر سکتا۔ مگر آپ تو حسب عادت گالیوں پر اتر آئے ہیں۔ جنکا سوا ہمارے دل آزاری کے

کوئی فائدہ نہیں دیکھتے آپ کس گستاخی اور بے دیانتی سے کہتے ہیں۔ کہ قرآن شریف میں جگہ جگہ قتل کرنے جھوٹ بولنے وغیرہ کی تعلیم دیگئی ہے۔ گستاخی تو ظاہر ہے اور بے دیانتی مینے اسلئے کہا۔ کہ آپکو دعویٰ ہے۔ ہم قرآن شریف کو بغور مطالعہ کر چکے ہیں۔ اور پھر آپ کہتے ہیں۔ کہ قرآن میں قتل وجھوٹ کی تعلیم ہے۔ تم اپنے دھرم سے کہو۔ کیا تم نے قرآن میں (۱) فَنَجْعَل لَّعْنَتَ اللّٰہِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ط آل عمران ۳ - ۱۴۔ جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں نہیں پڑھا۔ کیا جھوٹوں پر لعنت بھیجنے والا پھر جھوٹ کی تعلیم دے سکتا ہے۔ اور کیا تم نے یہ آیت نہیں پڑھی۔ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ الحج ع (۱۱-۱۷) کہ بتوں کی گندگی سے بچو اور جھوٹ بولنے سے اجتناب کرو۔ دیکھو یہاں بت پرستی اور جھوٹ بولنا یکساں قرار دیا ہے۔ کیا جو جھوٹ کو بت پرستی کے برابر کہتا ہے۔ وہ جھوٹ کی تعلیم دے سکتا ہے اسی طرح قتل کے متعلق فرمایا کہ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِىْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ط اور کسی جان کو نہ مارو جس کا مارنا اللہ تعالے نے حرام قرار دیا ہے۔ مگر حق کے ساتھ تو پھر قتل کا جواز قرآن مجید سے کسطرح نکل سکتا ہے۔ قرآن مجید تو کسی کی دل آزاری کی اجازت نہیں دیتا۔ چہ جائیکہ سوا گناہ کے کسی کے قتل کا حکم دے۔ ہاں لڑائی اور جنگ میں اور بات ہے۔ اور کوئی مہذب گورنمنٹ نہیں جسے کوئی نہ کوئی جنگ پیش نہ آئی ہو۔ بلکہ جنگ سے تو بعض اوقات بڑے بڑے مہاتماؤں کو بھی مفر نہیں ہو سکا۔ رام چندر جی مہاراج سلطنت چھوڑ کر جنگل میں جا رہے۔ لیکن آخر راون سے لڑائی کرنی پڑی۔ کرشن جی مہاراج رودر گوپال تھے۔ لیکن جنگ انہیں بھی کرنی پڑی۔ مہابھارت کی جنگ مشہور ہے پھر باوجود ان مثالوں کے آپ سیدنا محمد صلعم کے منہ آتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ حضرت محمدم کے جہادی کارنامو نکو اس مختصر مضمون میں درج بھی نہیں کیا جا سکتا"۔ یہ صحیح ہے مگر دیکھنا تو یہ ہے کہ وہ جنگیں دفاعی تھیں یا نہیں اور پھر کسی اپنی ذاتی غرض کے لئے تھیں۔ یا ملک میں امن وامان پھیلانے اور قوم کو مذہبی آزادی دلانیکے واسطے؟۔ پھر یہ کہ ان میں رحم سے کہاں تک کام لیا گیا۔ اور انکا نتیجہ یہ نکلا یا نہیں۔ کہ ملک میں اس سرے سے اس سرے تک امن پھیل گیا۔ اور

وہی جاہل اور وحشی دنیا کو تہذیب سکھلانے والے بنے۔ اور توحید کا تحفہ جو نجات کا سرچشمہ ہے۔ تمام ملکوں میں تقسیم کرنیوالے اور ملکوں کو تو جانے دیجئے۔ خود تمہارے ہندوستان میں اسلامی برکات کے آثار ابتک موجود ہیں۔ اگر آریہ سماج ایک برکت ہے۔ جیسا کہ تم سمجھتے ہو۔ تو اس برکت کا لانیوالا بھی "اسلام" ہی ہے۔ اسلام سے پہلے ہندو دنیا۔ توحید سے محض بےخبر تھی۔ اسلام نے ان بت پرستوں کو توحید کی لذت سے آشنا کیا۔ اسلام نے اُن لوگو کو جو چنے کچالو پتوں پر رکھکر تنکے کے ساتھ کھانا جانتے تھے۔ تمدن کے اعلیٰ اصول سے خبردار کیا۔ اسلام نے رس اور قماربازی سے انکو نفرت دلائی ورنہ کچھ لوگ تو ان بری باتوں کو اپنے مذہب کا جز سمجھتے تھے۔ اور اپنی پیاری بیویاں تک جوئے میں ہار دینا اپنے لئے موجب فخر خیال کرتے تھے۔ پھر ان کو عورتوں کے حقوق بتائے۔ یہ بات صرف اسلام میں پائی جاتی ہے۔ کہ وہ عورتوں کو ایک واجب الاحترام ہستی تسلیم کرتا ہے۔ انکو اپنا مال علیحدہ رکھنے اور تجارت کرنیکی اجازت ہے۔ انکے مردوں پر حقوق ہیں۔ ذرا اپنی مذہبی پستک سے بھی تو دکھائیے۔ کہ عورتوں کو کیا کچھ حق دیئے گئے ہیں غالباً حق ہے تو یہ کہ اگر اولاد نہیں ہوتی۔ تو اسے حکم ہے کہ شرم وحیا کو میری غیرت کی طرح بالائے طاق رکھ اور اے بھاگونتی! کسی دوسرے مرد سے میرے لیئے اولاد پیدا کر۔ شیم! اور اگر خدانخواستہ بیوہ ہو جائے تو نکاح ثانی کی اجازت نہیں۔ یہ بھی اسلام کا احسان ہے۔ کہ اسکی دیکھا دیکھی بیواؤں کے نکاح ہونے لگے۔ پھر باہمی اخوت و مساوات کا یہ حال تھا۔ کہ اگر کوئی ادنیٰ طبقے کا ہندو وید سننا چاہے تو اسکے کانوں میں سیسہ بھر دو۔ اگر کوئی اعلیٰ ذات کا آدمی گزرنے لگے۔ تو دور ہٹ جائے۔ اور اس بیہودہ چھوت چھات کے نظارے ابتک دیکھنے میں آتے ہیں۔ یہ بھی اسلام ہی کا احسان سمجھو۔ کہ اسنے اخوت و مساوات کا طریق سکھایا۔ اور ان لوگوں کو ذات پات کے بندھنوں سے ایک حد تک چھڑایا۔ کیونکہ اسلام نے ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم کا نعرہ لگایا۔ اور انما المؤمنون اخوۃ کا دلکش ترانہ سنایا۔ پھر لنگوٹ بندوں کو انسانی لباس پہنایا۔ باوجود ان خوبیوں کے آپ کہتے ہیں۔ سلطنت اسلام نے ہندوستان میں تباہی برپا کی کہ لوگ الامان پکار اٹھے" اسلامی سلطنت نے تو ہند کو آباد کر دیا۔ اسی

وحشی سے انسان بنادیا۔ ورنہ نیم وحشی کا لقب تو ابھی تک موجود تھا۔ آپ وید سے کوئی بڑے سے بڑا عمدہ سے عمدہ اصول حکمرانی پیش کریں میں اسلام میں اس سے بڑھکر بتادونگا۔ اگر یہ نہیں تو پھر بیجا اعتراض اور خصوصاً ایسے اعتراض سے شرم کرنی چاہیئے۔ جو خود آپ پروارد ہو۔ آپ لکھتے ہیں۔ کہ ان لوگوں کی قائم کردہ سلطنت کو اسلامی سلطنت اور دوسرے لوگوں کو عمدہ طریق سکھلانے والا بتاتے ہیں۔ تو اس حالت میں انکی خرابیاں انکے سر کیوں مڑھتے ہو" میں کہتا ہوں۔ کہ مثلاً ایک جج ہے۔ اس میں کچھ عیب ہیں۔ کچھ خوبیاں فیصلے اچھے دیتا ہے۔ مگر وہ اسکے ساتھ رشوت لے لیتا ہے۔ تو اب میں رشوت ستانی کے عیب کو گورنمنٹ سے منسوب نہیں کرونگا۔ جب کہ اس کے قواعد میں صاف لکھا ہے۔ کہ رشوت ایک جرم ہے۔ اسی طرح مسلمان بادشاہوں کی حکومت کو میں اسلامی سلطنت کہونگا۔ کیونکہ اسکے قائم کرنیوالے اسلام کے نام لیوا اسلام کے مصدق ہیں۔ لیکن اگر وہ کوئی برائی کرینگے۔ تو میں اسے اسلام سے ہرگز منسوب نہیں کرونگا۔ جبکہ میں قرآن مجید میں صاف پڑھ رہا ہوں۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَأْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ۔ اللہ بری باتوں کا حکم نہیں دیتا۔ آپ کو اپنے اس دعویٰ کے ثابت کرنیکے لئے کہ "اسلام کی تعلیم سے مؤثر ہوکر خرابیاں انہوں نے کیں" کوئی حوالہ پیش کرنا اور کوئی تاریخی ثبوت دینا چاہیئے۔ کہ فلاں اسلامی تعلیم پر عمل کرنے سے یہ خرابی پڑی۔ ہم تو اسلامی سلطنت کو سراپا خیر و برکت ہی دیکھتے ہیں۔ نہ صرف ہم بلکہ غیر مسلموں نے بھی یہی شہادت دی ہے چنانچہ دیکھیئے۔

ہسٹورین ہسٹری آف دی ورلڈ کی ۸ جلد میں صفحہ ۲۷۱ سے ۲۸۳ تک وہ سب فوائد درج ہیں۔ جو مسلمانوں سے دنیا کو پہنچے وہ دیکھنے چاہئیں۔

اسی کتاب کے صفحہ ۲۷۶ میں ایم لبری کا قول درج ہے۔ کہ "مسلمانوں کا احسان ہمیشہ کے لئے رہیگا۔ کیونکہ انھوں نے یونان اور ہند کے علم کو محفوظ رکھا۔ ایسے وقت میں جب یونانی اور ہندو لوگ کوئی نئی تصنیف یا نیا علم یا کچھ بھی پیدا نہیں کر رہے تھے۔ اور یورپ بالکل ایسی جہالت کے گڑھے میں پڑا

تھا۔ کہ وہ ایسی قیمتی امانت کے رکھنے کے لائق ہی نہیں۔ اگر عرب دنیا میں نہ آتے۔ تو پھر جو یوروپ میں علم و فضل دیکھتے ہو کئی صدیاں پیچھے ہٹ جاتا۔ اور یہ جو آپنے خانہ جنگیوں کو پیش کیا ہے۔ پہلے آپ کو یہ ثابت کرنا چاہیئے تہا۔ کہ ہندوں میں اور پھر ہندو بزرگوں میں خانہ جنگی نہیں ہوئی۔ کیا جناب رامچندر کی جنگ کورو پانڈو کی جنگ کے واقعات آپ بھول گئے۔ اصل میں آپنے غور نہیں کیا۔ ہماری تاریخ تو ایسی کھلی ہے۔ کہ نبی کریم صلعم اور انکے خلفاء راشدین کی پرائیویٹ سے پرائیویٹ باتیں موجود ہیں۔ اور یہ ہماری صداقت کا نشان ہے۔ لیکن آپ کی تاریخ ایسی تاریک ہے کہ کچھ پتہ نہیں چلتا۔ اور اگر کچھ ہے بھی تو وہ مبالغہ سے ایسی لبریز ہے۔ کہ کچھ سر پیر نہیں ذرا رامائن ہی کو نئی روشنی میں رکھیں۔ کچھ شرم محسوس ہوتی ہے۔ یا نہیں۔ برخلاف اسکے ہماری تاریخ تو ایسی صاف اور بیّن اور صحیح ہے۔ کہ دشمنوں کو بھی اسکا اقرار ہے۔ اور چونکہ ہم راستباز تھے۔ اسلیئے کوئی واقعہ اچھا ہو یا برا پوشیدہ نہیں رکھا اور نہ مبالغہ کیا ہے۔ حضرت علیؓ کی اگر کسی سے جنگ ہوئی۔ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمان کسی کے ہاتھ سے مارے گئے۔ تو ان سب باتوں کے وجوہات ہیں۔ بلکہ ان واقعات میں اسلام کی صداقت کے نشانات ہیں۔ کیونکہ جو کچھ ہوا۔ وہ پیشگوئی کے ماتحت ہوا۔ پھر جو کچھ ہوا۔ اسکا نتیجہ ہندو سلطنت کی طرح تباہی نہیں نکلا۔ بلکہ روز افزون ترقی۔ دیکھو حضرت علیؓ و امیر معاویہ میں اگر جنگ ہوئی۔ تو اسلام اسکے بعد ترقی کرتا گیا۔ اسوقت کہ مسلمان قرآن کی تعلیم پر قایم رہے۔

اب میں وہ پیشگوئیاں لکھتا ہوں جن کے ماتحت یہ واقعات پیش آئے اول صحیح بخاری جز سادس صفحہ ۵۵ کتاب التفسیر میں ایک حدیث ہے۔ کہ حضرت نبی کریم صلعم اپنی امت کے بعض لوگوں کو ذات الشمال میں دیکھینگے۔ تو آپ اصحابی اصحابی پکارینگے اسوقت کہا جائیگا۔ کہ یہ جب سے تو ان سے جدا ہوا مرتد رہے (فیقال ان ھٰولاء لم یزالو مرتدین علیٰ اعقابکم منذ فارقتہم) دیکھو فتنہ ارتداد کی خبر قبل از وقت دی۔ اس صورت میں حضرت ابوبکر انہیں جنگ کا نوٹس دینے میں حق بجانب تھے۔ کیونکہ زکوٰۃ دینے سے انکار ایسا ہی ہے جیسا

موجودہ گورنمنٹ کو کوئی ٹیکس یا مالگذاری دینے سے انکار کردے۔

دوم الجزء الثالث من صحیح البخاری مع شرح فتح الباری صـ ۲۹۹ باب الصلوٰة کفارة میں لکھا ہے۔ کہ حضرت عمرؓ نے حذیفہ رضہ سے ان فتنوں کی نسبت دریافت کیا۔ جو سمندر کی طرح ٹھاٹھیں مار کر پھوٹ نکلینگے۔ تو انھوں نے جواب دیا۔ کہ اے امیر المومنین تجھے ان سے کوئی خطرہ نہیں (ان بینك وبینها لباباً مغلقاً) تیرے اور اسکے درمیان ایک بند دروازہ ہے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا۔ کیا وہ دروازہ توڑا جائیگا۔ یا کھلیگا (قال ایکسر ام یفتح قال یکسر) تو حذیفہ نے جواب دیا کہ توڑا جائیگا۔ اور حذیفہ نے کہا۔ باب سے مراد عمر ہے۔ اس حدیث سے صاف ظاہر ہے۔ کہ حضرت عمر رضہ شہید ہونگے۔ اور یہ جو آپ نے کہا۔ کہ انہیں مارنے والا ایک غلام ہے۔ تو اسکے ساتھ یہ ظاہر کر دینا ضروری ہے۔ کہ وہ غلام مسلمان نہ تھا۔ بلکہ مجوسی تھا۔ دیکھو بخاری مناقب عثمان صفحہ ۱۶ جلد خامس قال ابن عباس انظر من قتلنی فجال ساعة فقال غلام المغیرہ ×× قال قاتلہ اللہ لقد امرت بہٖ معروفا الحمد للہ الذی لم یجعل میتتی بید رجل یدعی الاسلام۔ آپ نے حضرت ابن عباس سے کہا۔ کہ دیکھ بھال کرو۔ مجھے کس نے قتل کیا۔ ابن عباس تھوڑی دیر پھر کر آئے اور کہا۔ کہ مغیرہ کا غلام ہے۔ آپ نے فرمایا مینے تو اسکے بھلے کی بات کی تھی۔ خدا کا شکر ہے۔ کہ میری موت ایسے شخص کے ہاتھ سے نہیں ہوئی جو اسلام کا مدعی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ حضرت عمر رضہ ایک کافر غلام کے ذاتی حقد و کینہ و عناد کی وجہ سے شہید ہوئے۔ کسی ملکی معاملہ کا اس میں دخل نہیں

سوم۔ حضرت عثمان کے بارے میں لکھا ہے۔ دیکھو بخاری باب مناقب عثمان صفحہ ۱۴ الجزء الخامس کہ رسول اکرم صلعم ایک دفعہ بر اریس پر گئے۔ اور پاؤں لٹکا کر اس کنوئیں کی منڈیر پر بیٹھ گئے۔ ابو موسیٰ اشعری باغیچے سے باہر دروازہ پر پہرہ دینے لگے۔ پہلے حضرت ابو بکرؓ آئے۔ اور آپ کی اجازت سے اسی طرح پاؤں لٹکا کر بیٹھ گئے۔ اور جنت کی بشارت پائی پھر حضرت عمرؓ آئے۔ وہ بھی جنت کی بشارت پا کر اسی طرح بیٹھ گئے۔ پھر حضرت عثمان آئے۔ تو آپ نے کچھ دیر تامل کیا

پھر فرمایا کہ آنے دو۔ اور اسے ایک بلوی کے بعد جو اس پر ہوگا۔ جنت پانے کی بشارت دو (فسکت هنیهة ثم قال ائذن له البشره بالجنة علیٰ بلوی ستصیبه) اس حدیث میں آپ نے ان واقعات کا نقشہ کھینچ دیا ہے۔ جو آپ کے خلفاء کو پیش آنیوالے تھے۔ حضرت عثمان رضہ کے بارے میں خبر دی۔ کہ ان کی شہادت ایک بلوی میں ہوگی۔

یہ عجیب بات ہے کہ جس ترتیب سے یہ تینوں بزرگ آئے۔ اور کنوئیں میں پاؤں لٹکائے۔ اسی ترتیب سے خلفاء ہوئے۔ اس مقام پر یہ ظاہر کر دینا بھی بےموقعہ نہیں ہوگا۔ کہ ہمارے موجودہ امیر حضرت مولٰنا نورالدین ادام اللہ مجدہٗ رب العالمین بڑ اریس پر جب گئے۔ بوجہ اس غلبہ محبت اتباع کے جو آپکو حضور سیدالانس والجان سے ہے۔ آپ بھی پاؤں لٹکا کر بیٹھے اور دعا کی۔ آخر خدا تعالےٰ نے انہیں بھی اپنے رسول کا خلیفہ بنا دیا۔ اللھم ایدہ بنصرہ

چہارم۔ حضرت علی کی شہادت کا ذکر جو آپ نے کیا۔ تو یہ بھی ایک پیشگوئی کے ماتحت ہوا۔ ازالۃ الخفاء صد ۲۰۹ میں مرقوم ہے۔ کہ ایک خارجی نے حضرت علی رض سے کہا۔ تم کو بھی ایکدن مرنا ہے۔ تو آپ نے جواب دیا نہیں بلکہ میں مقتول ہونگا۔ ایک تلوار سے جو اس سر پر پڑیگی۔ اور جس سے یہ داڑھی رنگی جائیگی۔ یہ حکم ہو چکا ہے۔ اور عہد مقرر ہے۔ اور جھوٹ باندھنے والا نا کام ہے۔ اسی طرح حاکم نے انس بن مالک سے روایت کیا۔ کہ ایکدفعہ حضرت علی بیمار ہوئے رسول خدا مع حضرت ابو بکر رض و عمر رض کے انکی عیادت کو گئے۔ انکی حالت دیکھکر شیخین آپس میں کہنے لگے۔ کہ اب تو یہ بچتے نظر نہیں آتے۔ رسول خدا صلعم نے فرمایا نہیں۔ یہ شہید ہو کر مرینگے

پنجم۔ حضرت امام حسن رض کی نسبت البخاری مناقب الحسن والحسین صد ۲۶ جلد پنجم میں لکھا ہے۔ کہ نبی کریم صلعم منبر پر کھڑے تھے۔ اور حسن رض آپ کے دائیں ہاتھ تھے۔ تو آپ نے یہ فرمایا۔ میرا یہ بیٹا سردار ہوگا اور امید ہے۔ کہ اللہ اسکے ذریعہ دو مسلمان گروہوں میں صلح کرا دیگا۔ چنانچہ حضرت علی کے بعد مسلمانوں کے دو گروہوں میں آپ نے صلح کرا دی

اسی طرح امام حسین رض کی شہادت کی پیشگوئیاں کتب شیعہ میں بکثرت پائی جاتی ہیں۔ ان

پیشگوئیوں کے پیش کرنیسے میرا یہ مطلب ہے۔ کہ جن واقعات کو آپ اسلامی سلطنتوں میں خانہ جنگیوں کا نام دیتے ہیں۔ وہ اگرچہ ایسے نہیں۔ کہ آپ کی سلطنتوں میں پیش نہ آئے ہوں۔ یا آپ کے پراچین بزرگ ان سے محفوظ رہے ہوں۔ مگر ہمارے لیئے یہی پیش آنیوالے واقعات پیشگوئیوں کی صورت میں ایک نشان بن گئے۔ اور امتیاز صرف مذہب اسلام کو حاصل ہے۔ کہ اس کی رنج دہ باتیں بھی مسلمانوں کو خوش کرنیوالی بنجاتی ہیں۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین ط

تہذیب الاخلاق توجہ کرے

یہ رسالہ امرتسر سے بیادگار سرسید نکلتا ہے۔ میں افسوس کرتا ہوں۔ کہ اس میں ایسے مضامین چھپ رہے ہیں۔ جو قرآن مجید و احادیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی تعلیم کے صریح خلاف ہیں۔ اس سے پہلے ڈاکٹر صادق علی صاحب کے مضمون "تعلیم القرآن" کے ایک حصہ پر میرے مکرم حافظ روشن علی صاحب ایک تنقیدی نظر فرما چکے ہیں۔ مگر افسوس ہے۔ کہ ڈاکٹر صاحب نے اس سے کچھ فائدہ حاصل نہیں کیا۔ اور وہ احتیاط سے کام نہیں لیتے۔ وہ اپنے ذہن میں بعض ایسی باتیں لکھے جا رہے ہیں۔ جو نہ صرف تعامل کے خلاف ہیں۔ بلکہ ان سے قرآن کریم کی ہتک ہوتی ہے چنانچہ جمادی الآخر کے نمبر ۶ میں یہ انوکھا مگر قابل نفرت و تردید خیال ظاہر کیا ہے کہ ایسی مثالیں قرآن شریف میں موجود ہیں۔ جہاں پرانے رواج کو کسی حد تک جائز رکھا ہے۔ گو قرآن کے قواعد کلیہ کے موافق اسکی ضرورت نہ ہو یا اسکے خلاف ہو۔ پھر آیت کے مقتضاء پر ایک بار عمل کر کے پھر ہمیشہ کے لیئے وہ آیت ترک ہو گئی۔ تعجب ہے کہ یہ کلمات ایک ایسے شخص کی زبان قلم سے نکلے ہیں۔ جو قرآن کے منجانب اللہ ہونیکا قائل ہو۔ ایک طرف تو وہ مانتا ہے۔ کہ یہ اس جل جلالہٗ سبحانہ وتعالے کا کلام ہے۔ جو حکیم و علیم ہے۔ اور دوسری طرف اس چند پرانے ضرررساں رواجوں کا مقلد و متبع بلکہ مجبور ٹھہراتا ہے۔ جو بعض نادان و احمق مشرکین کے محدود دماغ کا نتیجہ تھے۔ انا للہ و

انا الیہ راجعون۔ پیچ ہے۔ مسلمانان در گور و مسلمانی در کتاب۔

سورہ بنی اسرائیل میں اللہ تعالے نے دعویٰ فرمایا ہے۔ ان ھٰذا القرآن یھدی للتی ھی اقوم۔ مگر یہ اچھی و اقوم و پختہ رہ راست ہے۔ کہ اس میں ہزاروں خامیاں پائی جائیں اور اچھی ابد الاباد تک قائم رہنے والی شریعت ہے۔ جس کی بعض باتیں صرف ایکبار عمل کرنیکے لئے تھیں۔ اور پھر ہمیشہ کے لئے منسوخ ہوگئیں۔

اصل بات یہ ہے۔ کہ یہ اپنی سمجھ کا پھیر ہے۔ ورنہ قرآن شریف تو وہ پرحکمت کتاب ہے کہ اس کا ایک ایک حکم اپنے اندر بہت سی حکمتیں رکھتا ہے۔ اس میں جسے کچھ خامی نظر آتی ہے وہ خود خام ہے۔ اور جو اسے کسی فرسودہ رواج کا مقلد سمجھتا ہے۔ وہ یا تو ملحد ہے یا ناقص العقل نافرجام ہے۔ اور آیات قرآنی کے معانی معلوم کرنیکے قواعد سے بیخبر

قرآن کے کسی آیت کے معنی کرنے اور اسکے کسی حکم پر فتویٰ دینے کے لئے بہت سی سمجھ اور بہت سا تقویٰ درکار ہے۔ اور سیاق و سباق کے دیکھنے کے علاوہ یہ بھی ضروری ہے۔ کہ اس مضمون کی دوسری آیات پر بھی ایک غائر نگاہ ڈال لی جائے۔ مثلاً دیکھئے۔ یا یھا الذین اٰمنوا کتب علیکم القصاص فی القتلیٰ الحر بالحر والعبد بالعبد والانثیٰ بالانثیٰ فمن عفی لہ من اخیہ شیئ فاتباع بالمعروف واداء الیہ باحسان ۔ (البقرہ رکوع) کے بارے میں لکھا ہے۔ "اگر ایک قبیلہ کا کوئی شخص دوسرے قبیلہ کے کسی شخص کو قتل کردیتا تھا۔ تو صرف قاتل مجرم نہیں خیال کیا جاتا تھا۔ بلکہ تمام قبیلہ مجرم خیال کیا جاتا تھا ۔۔ اسلیئے اگر ایک شخص نے قاتل کے سوا کسی دوسرے شخص کو جو اس قاتل کے قبیلہ میں داخل تھا مار دیا۔ تو اسکو سمجھتے تھے بدلا ہوگیا ۔۔ غرض جب قبیلے ایمان لے آئے۔ اور اپنے پچھلے خونوں کے دعووں کا بدلہ اپنے مسلمہ قاعدہ کے موافق لینا چاہا۔ تو اللہ نے ایک دفعہ کے واسطے ان کے پرانے قاعدے کے موافق عدالت ہونیکی اجازت دیدی"

اسکا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید ان کے رواج سے دب گیا۔ اور انہیں ظلم کی اجازت اگو ایکبار

دیدی۔ لاحول و لاقوۃ۔ کیا کوئی تاریخی شہادت اس بارے میں پیش کیجا سکتی ہے۔ ہرگز نہیں۔ اگر مضمون نگار جیسے معلم القرآن ہونیکا ناجائز ادعا ہے۔ آیات ومن اساء فعلیہا اور ولا تزر وازرۃ وزر اخری پر جو خود اس نے لکھی ہیں۔ تدبر کر لیتا۔ تو ہرگز یہ کلمات ناشایستہ کہنے کی جرأت نہ کرتا۔ اگر یہ اصل اسکے زیر نظر رہتا۔ کہ "لو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً" تو وہ ہرگز اس آیت کی ایسی تاویل نہ کرتا۔ جو قرآن مجید کے محکم اصولوں کے خلاف ہے کیا اسے یاد نہیں رہا۔ کہ اسی قرآن مجید میں ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق۔ ومن قتل مظلوماً فقد جعلنا لولیہ سلطٰناً فلا یسرف فی القتل انہ کان منصوراً وارد ہے۔ جو قتل میں خطاکاری کی راہ اختیار کرنیسے مانع ہے۔ اور الا بالحق کا استثنا موجود ہے۔ اور پھر سورۂ فرقان میں عباد الرحمٰن کی صفت میں فرماتا ہے۔ ولا یقتلون النفس التی حرم اللہ الا بالحق ولا یزنون ومن یفعل ذٰلک یلق اثاماً یضٰعف لہ العذاب یوم القیٰمۃ ویخلد فیہ مہاناً۔ یعنی جس پر حق ہو۔ اسکے بغیر کسی نفس کا قاتل بہت سے گناہ کے نیچے ہے۔ اور اسے دوگنا عذاب دیا جائیگا۔ اور وہ وہاں ذلیل و خوار ہو گا۔

پھر الحر بالحر میں آلِ عہد کا ایک دندان شکن جواب ہے۔ الحر بالحر ای القاتل الحر بدل المقتول بہ یعنی حر مقتول کے بدلے میں وہ حر جس نے اسے قتل کیا ہے نہ کہ اس کا غیر۔ اگر یہ مراد نہ ہوتی۔ تو حر بحر ہی فرما دیتا۔

دوم۔ آپ لکھتے ہیں کہ فما استمتعتم بہ منہن فاٰتوہن اجورہن فریضۃ ولا جناح علیکم فیما تراضیتم بہ من بعد الفریضۃ ان اللہ کان علیماً حکیماً۔ عرب میں رواج تھا۔ کہ ایک میعاد معین کے لیے محض دفع الوقتی کی غرض سے کسی عورت سے معاہدہ کر لیا کرتے تھے۔ اور اس مدت کے لیے کچھ اجرت مقرر کر دیا کرتے تھے۔ جب عارضی نکاح ناجائز ہو گئے۔ تو اب یہ مشکل پیش آئی۔ کہ اسوقت جو عورتیں عارضی نکاح کے معاہدہ سے مسلمانوں کے پاس موجود تھیں۔ انکے ساتھ اب کیا سلوک کیا جاوے۔ اس دقت کو قرآن نے یوں رفع کیا۔ کہ جو

اجرت مقرر ہو چکی ہے۔ وہ دیدو۔ آہ!

یعنی قرآن نے متعہ کی خرچی کو ایک وقت جائز رکھا۔ اور اس کی اجازت کے لیئے ایک آیت اتاری۔ جو پھر ہمیشہ کے باطل ہوگئی۔ حالانکہ یہ اصل بھی غلط ہے۔ کیونکہ اب بھی کئی شیعہ متعہ کو جائز سمجھنے والے ایسے ہیں۔ جو سنی مذہب میں آتے ہیں۔ اور ممکن ہے۔ کہ انکو یہ دقت پیش آئی ہو لیکن یہاں تو متعہ کی خرچی کا ذکر نہیں۔ یہ تو مہر ہے۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خاں صاحب اپنی تفسیر ترجمان القرآن میں لکھتے ہیں۔ کہ اس سے مراد صحیح نکاح ہے۔ حسن مجاہد وغیرہما نے یونہی کہا ہے۔ یعنی جن عورتوں نے بہ نکاح شرعی انتفاع و تلذذ حاصل کیا۔ ان کا مہر دینا تم پر واجب ہو گیا۔ خواہ مسمی یا مہر مثل (صفحہ ۲۲۴)

اور خود اس آیت کے سیاق پر تدبر کرنیسے یہی معنے کھلتے ہیں۔ اس سے پہلے محصنین غیر مسافحین فرما کر متعہ کی تردید فرمادی۔ اور پھر ھنّ کی ضمیر ان عورتوں کی طرف راجع ہے جو نکاح کے لئے حلال ہیں۔ اور انہی سے نفع اٹھانے پر مہر دینا ضروری ہے۔ شاہ عبد القادر صاحب علیہ الرحمۃ حاشیہ لکھتے ہیں۔

کہ جو عورتیں حرام فرمائیں۔ ان کے سوا سب حلال ہیں۔ لیکن چار شرط سے اول یہ کہ طلب کرے یعنی زبان سے ایجاب و قبول درمیان آوے۔ دوسرے یہ کہ مال دینا قبول کرے یعنی مہر۔ تیسرے یہ کہ قید میں لانیکی طرح ہو مستی نکالنے کے لیئے نہ ہو (جیسا متعہ میں) ہمیشہ کو وہ عورت اسی مرد کی ہو جائے۔ مدت کا ذکر نہ آئے کہ مہینے تک یا برس تک۔ اس سے متعہ حرام ٹھہرا۔ چوتھی شرط سورہ مائدہ میں فرمادی۔ کہ لوگ شاہد ہوں × × پھر فرمایا جو عورت کام آئے۔ اسکا مہر پورا دینا پڑا۔ پس جب متعہ حرام ہوا۔ اور اسی آیت سے حرام ہوا۔ تو پھر متعہ کی خرچی دلانیکا مسئلہ کہاں سے نکل آیا۔

سوئم۔ اِن عدۃ الشھور عند اللہ اثنا عشر شھرًا فی کتٰب اللہ یوم خلق السمٰوٰت والارض منھا اربعۃ حرم ذٰلک الدین القیم الآیۃ کے بارے

میں لکھا ہے۔ کہ ان چار مہینوں کو اللہ نے قائم کیا ہے۔ اور خود اللہ نے انکو حرمت والا بتایا ہے۔ اور ان کی حرمت کا توڑنا گناہ بتایا ہے۔ لیکن اسلام پھیلنے کے بعد کسی عالم نے اور مجتہد نے ان آیتوں کو قابل عمل نہیں خیال کیا صحابہ نے بھی حضرت کے بعد جہاد رکھے اور کسی مہینہ کا لحاظ نہیں کیا" اس تشریح میں مضمون نگار نے اپنی ناسمجھی سے نہ صرف علماء کرام و مجتہدان عظام پر بلکہ تمام صحابہ والا مقام پر حملہ کیا ہے۔ کہ انھوں نے اس آیت پر عمل نہیں کیا۔ حالانکہ وجہ یہ ہے۔ کہ اس آیت کو دوسری آیات کیساتھ ملا کر فتویٰ نہیں دیا۔ دیکھیے اس حکم کی تشریح دوسری آیات میں یوں کی گئی ہے۔ وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین، واقتلوھم حیث ثقفتموھم واخرجوھم من حیث اخرجوکم والفتنۃ اشد من القتل ولا تقاتلوھم عند المسجد الحرام حتی یقاتلوکم فیہ فان قاتلوکم فاقتلوھم کذٰلک جزاء الکٰفرین فان انتھوا فان اللہ غفور رحیم۔ آگے چل کر فرمایا وقاتلوھم حتٰی لا تکون فتنۃ ویکون الدین للہ فان انتھوا فلا عدوان الا علی الظالمین الشھر الحرام بالشھر الحرام والحرمٰت قصاص فمن اعتدیٰ علیکم فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدیٰ علیکم واتقوا اللہ واعلموا ان اللہ مع المتقین (البقرہ ۲۴)

(۱) لڑائی ان سے کرنی جائز ہے۔ جو پہلے لڑائی کریں (۲) پھر زیادتی نہ کریں (۳) جہاں سے تمہیں نکالیں، وہاں سے انہیں نکالو (۴) فتنہ قتل سے بھی زیادہ خطرناک ہے (۵) مسجد حرام کے پاس مقاتلہ نہ کرو۔ مگر اس صورت میں یہ مقاتلہ جائز ہے۔ جبکہ کفار پیش دستی کریں (۶) لڑائی اس نیت سے کرو کہ فساد مٹ جائے۔ اور دین میں سب قوموں کو آزادی حاصل ہو جائے (۷) حرمت کا مہینا حرمت کے مہینے کے مقابل میں ہے اور ادب کا قصاص ہے پس جس نے تم پر زیادتی کی۔ تو تم بھی اسکا بدلہ لو بمقدار اس زیادتی کے جو اس نے کی۔

یہ سات شرائط ہیں۔ اس میں اربعۃ حرم کی تفصیل بھی ہے۔ کہ یہ صرف اسی صورت

میں ہے۔ کہ کفار کی طرف سے پیشدستی نہ ہو۔ لیکن اگر وہ شہر حرام کا خیال نہ کریں یا مسجد حرام میں لڑیں تو تم بھی ان کے مقابلہ میں سستی نہ کرو۔ شاہ عبد القادر صاحب حاشیہ پر لکھتے ہیں "مکے کے لوگ اسی مہینے میں ظلم کرتے رہے مسلمانوں پر پھر مسلمان ان سے کیوں قصور کریں۔ بلکہ سفر حدیبیہ میں ماہ ذیقعد تھا۔ عمرے کو حضرت گئے۔ اور کافر لڑنیکو موجود ہوئے یہ آیت اسواسطے کہ مسلمان خطرہ کرتے تھے۔ اگر ماہ حرام میں کافر لڑنے لگیں۔ تو ہم کیا کریں"

پس اس سوال کا فیصلہ تو نبی کریم صلعم کے عہد معدلت مہد میں ہی ہو گیا تھا۔ کہ منہا اربعۃ حرام کے کیا معنی ہیں۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خان ترجمان القرآن میں لکھتے ہیں یہی جواب ہے حضرت کے محاصرہ کرنیکا اہل طائف کو یہانتک کہ مہینا حرام کا آگیا۔ صرف اتنی بات پر غور نہ کرکے یہ کہدینا کہ "اسلیئے یہی سمجھا جائیگا۔ کہ ایسے تاکیدی احکام بھی بعض دفعہ قرآن شریف میں پہلے رواج کی رعایت سے نازل ہوئے ہیں" حد درجے کی گستاخی ہے۔ قرآن مجید رواج سے مجبور ہوکے کوئی حکم نہیں دیتا۔ بلکہ قرآن مجید تو رواج کی اصلاح فرماتا ہے۔ اور بعض اوقات رواج کو بالکل ہٹا دیتا ہے۔ اعتراض اس صورت میں قایم ہو سکتا تھا جب مضمون نویس اس بات کی تاریخی شہادت پیش کرتا۔ کہ صحابہ نے چار حرمت والے مہینوں میں از خود کوئی جنگ کی یا مخالفین نے اعلان کر دیا۔ کہ ہم ان ادب والے مہینوں میں جنگ نہیں کرینگے۔ پھر بھی صحابہ نے ان کی اس عرضداشت کو نہ سنا۔ اور یہ کہنا بھی غلطی ہے۔ کہ پھر رواج بدل گیا۔ اسلیئے یہ آیات ناکارہ ہو گئیں۔ کیونکہ قرآن مجید تو قیامت کے لیئے شریعت پیش کرتا ہے۔ اور مسلمانوں کو کئی قوموں سے سابقہ پڑا۔

چہارم۔ الزانی لا ینکح الا زانیۃ او مشرکۃ والزانیۃ لا ینکحھا الا زان او مشرک وحرم ذلک علی المؤمنین ہ کی نسبت یہ لکھا ہے۔ کہ اس آیت کے معنی ظاہر ہیں کہ مومن مرد اور عورت میں سے کوئی فریق زنا کا پیشہ کریگا۔ تو اس کا نکاح فسخ ہو جائیگا × × لیکن اس آیت میں ہر ایک مسلمان تاویل کرنے کو تیار ہے اور کرتے ہیں۔ تا کہ ان کے عمل سے جو خوفناک نتیجے

پیدا ہوسکتے ہیں۔ ان سے محفوظ رہیں

یہ بھی مسلمانوں کی نیات پر صریحاً حملہ ہے۔ پھر قرآن مجید کی تعلیم پر کہ اسپر عمل کرنیسے مشکلات پیش آتی ہیں۔ ہرگز نہیں۔ مطلب ان آیات کا صاف ہے۔ کہ زانیہ (جو اپنے پیشہ کی وجہ سے اس نام کے ساتھ مشہور ہو) اسکے ساتھ وہی نکاح پسند کریگا جو زانی ہے۔ اور یہ مومن کی شان سے بعید ہے۔ کیونکہ زنا مومنوں پر حرام کیا گیا ہے۔ پھر یہ ابتداءً نکاح کا ذکر ہے۔ درمیانی معاملہ کا ذکر نہیں۔ بلکہ آپ کو نکاح کے فسخ کی فکر ہے۔ اور آپ فتوٰی دے رہے ہیں۔ کہ نکاح فسخ ہوجائیگا۔ امرا لوگوں میں اگر ایسے احکام سے ناراضی پھیلتی ہے۔ تو پھیلے۔ قرآن مجید اور اسلام انکی پروا نہیں کرتا۔ اور نہ انکے خوف سے علماء ربانی ان احکام کے بیان سے باز رہ سکتے ہیں۔ کیا امراء اگر نماز نہیں پڑھتے روزے نہیں رکھتے یا مسجدوں میں نہیں آتے۔ تو اس سے یہ ثابت ہوگا۔ کہ قرآن مجید کا حکم غلط ہے۔ یا ہر ایک مسلمان تاویل کرنیکو طیار ہے۔ "ترجمان القرآن میں اس آیت کے متعلق سات قول لکھے ہیں۔ چنانچہ ان میں سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں۔ یہ نکاح نہیں ہے۔ یہ تو جماع ہے۔ معنی یہ ہیں۔ کہ زنا نہیں کرتا ہے۔ اس سے مگر زانی یا مشرک وہذا اسنادہ صحیح مجاہد عکرمہ۔ سعید بن جبیر۔ عروہ بن الزبیر۔ ضحاک۔ مکحول۔ مقاتل سے بھی یہی مروی ہے۔ اور حرم ذلك على المؤمنين۔ یعنی اس کام میں خوض کرنا اور زانیہ عورتوں سے نکاح کرانا یا پارسا عورتوں کا فاجر بدکار مردوں سے بیاہ دینا ایمان والوں پر حرام کیا گیا ہے۔ اور ابو داؤد طیالسی نے بروایت سعید بن جبیر حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ فرمایا۔ کہ اللہ نے حرام فرمایا ہے زنا کو مومنین پر۔ ایک قول یہ بھی ہے۔ کہ یہ حکم بنا کیا گیا ہے غالب پر معنے یہ ہیں۔ کہ غالب زانی رغبت نہیں کرتے ہیں۔ مگر نکاح کرنے میں اپنی مثل زانیہ سے۔ غرض کسی مفسر نے یہ نہیں لکھا کہ نکاح فسخ کرنیکا حکم اس آیت میں ہے۔ بلکہ اس میں تو عام طور سے بتایا گیا ہے۔ کہ زانی اپنی مثل ہی ڈھونڈتے ہیں۔ اور زنا مومنوں پر حرام ہے دوم بتایا ہے۔ کہ رنڈیوں سے جو زنا کا پیشہ رکھتی ہیں توبہ کرنے تک مومنو کا نکاح جائز نہیں۔ بلکہ حرام ہے۔

پنجم۔ فمن کان مریضاً او علیٰ سفر فعدۃ من ایام اخر وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین کے معنے آپ کرتے ہیں۔ کہ ان مریضوں اور مسافروں میں سے جو لوگ روزہ بسہولیت رکھ سکتے ہیں۔ اگر وہ اس رخصت سے فائدہ اٹھانا چاہیں۔ تو انکے ذمہ ایک خوراک مسکین کو کھلانا اس رخصت کا فدیہ ہے" حالانکہ یہ ایجاد بندہ سے کم نہیں۔ مریض اور مسافر میں سہولت اور مشکل کی کوئی قید نہیں۔ بلکہ عام حکم ہے۔ کہ جب تم سفر پر ہو۔ جسے عرف عام میں سفر کہیں۔ اور جو ۹ میل ہے۔ جب کوئی مرض ہو۔ تو روزہ نہ رکھو۔ بلکہ دوسرے ایام میں اس گنتی کو پورا کرو۔ آدمی نہیں جانتا۔ کہ اس سفر میں جو خواہ بظاہر سہولت کا ہے۔ اسے کیا مشکل پیش آنیوالی ہے۔ اور اس مرض کا جو فی الحال خفیف ہے۔ کیا انجام ہونیوالا ہے۔ اسلیئے اپنی محدود عقل سے کام نہ لے۔ بلکہ خدا کے حکم کو خوشدلی سے مان لے۔ وہ یہ کہ دوسرے ایام میں یہ روزے رکھے۔ چونکہ مرض و سفر کے علاوہ کچھ اور بھی عذر تھے۔ اسلیئے ان کے لیئے اگلی آیت فرمادی۔ اسکی تفسیر میں درمنثور سے حضرت ابن عباس کا قول مجھے بہت پسند ہے۔ کہ واخرج ابن جریر عن ابن عباس وعلی الذین یطیقونہ قال من لم یطق الصوم الا علی جھد فلہ ان یفطر ویطعم کل یوم مسکیناً والحامل والمرضع والشیخ الکبیر والذی سقمہ دائم۔ یعنی جس کو روزہ کی طاقت نہیں مگر بصد مشکل یا یوں کہیں کہ تھوڑی سی طاقت ہے۔ تو وہ یوں کریں۔ کہ روزہ نہ رکھیں۔ ہر روز ایک مسکین کو کھانا کھلا دیا کریں۔ حاملہ۔ مرضعہ۔ شیخ کبیر۔ دائم المرض کا یہی حکم ہے۔ حضرت نبی کریم صلعم سے لیکر آجتک ان معنوں پر جمہور اہل اسلام کا عمل رہا ہے۔ مگر جو معنے آپ نے بتائے ہیں۔ وہ کبھی تعامل میں نہیں آئے اور ہمکو قرآن مجید کے وہ معنی نہیں کرنے چاہئیں۔ جن کی سند تعامل سے نہ ملے اس نکتہ کے نہ سمجھنے سے چکڑالویوں نے بھی سخت دھوکہ کھایا ہے۔ انھوں نے خود ایک نماز ایجاد کی اور یہ نہ جانا۔ کہ اگر یہی حق تھا۔ تو ضرور تھا۔ کہ تعامل میں اسکی سند پائی جاتی۔ تعامل یا سنت ایسی چیز ہے۔ کہ قرآن مجید سے بھی زیادہ تواتر کیساتھ ہم تک پہنچی ہے۔ اور ہر صدی میں ہر طبقہ کا کوئی نہ کوئی گروہ اسپر عمل پیرا رہا ہے +

ایک جری اللہ فی حلل الانبیاء کی ضرورت

جناب آزاد سبحانی پرنسپل مدرسہ الٰہیات چوٹ کھائے ہوئے دلِ انتہا یاس میں دہشت زدہ کرنیوالی روح کی فریاد ان الفاظ میں کرتے ہیں"

آج ہم مسلمانوں میں سخت اُمس ہو رہی ہے۔ کیسی اُمس جس نے روحانیت کی ہوا کو مطلق بند کر رکھا ہے۔ بہ ہما سے لیکر راس کماری تک مسلمان مچھلی کی طرح لوٹ رہے ہیں مگر کسی طرف سے نسیم روحانیت کا ایک جھونکا بھی نہیں چلتا۔ کہ ذرا سی دیر کو سہی لوگ دل کی قباؤں کے بند کھول دیں۔ اور روح کو تازہ کر لیں۔ ہوا کے جھونکے سے ہماری مراد اس رسیلی آواز سے ہے جو اپنے وقت کے کسی کنھیا کے منہ سے نکلتی ہوئی سنائی دے۔ کہ میں ہوں جو میدان میں آیا ہے اور جس کو تم دیکھنا چاہتے ہو۔ ہمکو اس امس کے وقت میں کس چیز کی ضرورت ہے پانی کی۔ کس پانی کی۔ اس پانی کی جو رم جھم برستا ہے۔ اور گرمی کے بادلوں کی طرح بات کی بات میں ہوا ہو۔ نہیں نہیں ہمکو موسلا دھار پانی کی ضرورت ہے۔ جو مہینوں برسے اور برسکر ساری زمین کو جل تھل کر دے۔ ہماری روحانیت کا سمندر عرصہ سے گم صم ہو رہا ہے۔ ہمکو ایک سخت طوفان اور تیز آندھی کی ضرورت ہے۔ ہمارے ایمان کا باغ پت جھڑ کے ننگا منگا ہو گیا ہے۔ ضرورت ہے فصل بہار کی وہ فصل بہار جو درختوں کو نئے سر سے سر سبز بنا دے۔ اور باغ پر پھر سے بسنت کی رت چڑھ جائے۔ صاف صاف سنیئے۔ **ہماری حالت عہد مسیح کے یہودیوں کی ہو گئی ہے"**

یہ دردناک چیخ پکار کسی تشریح کی محتاج نہیں ہے۔ آزاد سبحانی نے مان لیا ہے۔ کہ ہم یہودی ہو چکے ہم میں ایک مسیح کی ضرورت ہے۔ خشک سالی اور قحط ہے۔ آسمانی پانی یعنی وحی ربانی کی ضرورت ہے۔ اسکے بغیر اس اجڑے ہوئے باغ کا سرسبز ہونا محال ہے۔

میں مژدہ دیتا ہوں مولانا آزاد سبحانی کو۔ کہ وہ نسیم روحانیت کا جھونکا آیا۔ اور بڑے زور سے

آکر ہماری روح و روان کو تازہ کر گیا۔ مگر افسوس آپ لوگ اپنے دروازے بند کر کے تاریک کمروں کے اندر بیٹھے رہے وہ کنہیا آیا۔ اور واقع میں کرشن کے نام سے آکر اس نے وحدت کا گیت گایا۔ توحید کی بانسری بجائی۔ اور اس نے نہایت سریلی آواز میں کہا ؎

منم کلیم خدا و منم مسیح زماں ❊ منم محمدؐ و احمد کہ مجتبےٰ باشد

پھر کہا کرامت گرچہ بے نام و نشان است ❊ بیا بنگر ز غلمان محمدؐ

چہ ہیبتہا بدادند ایں جواں را ❊ کہ ناید کس بمیدان محمدؐ

" آں خدائے کہ از خلق و جہاں بیخبر اند ❊ بر من او جلوہ نمود است گر اہلی بپذیر

" موعودم و بحلیۂ ماثور آمدم ❊ حیف است گر بدیدہ نہ بینند منظرم

اینک منم کہ حسب بشارات آمدم ❊ عیسیٰ کجا است تا بنہد پا بمنبرم

وہ پانی کیسا پانی جو موسلا دھار برسے اور مہینوں برسے ساری زمین پر برسا۔ اور اس زور سے برسا کہ جل تھل ایک کر دیا۔ مگر آپ خدا جانے کس ریگستان میں بھٹکتے رہے۔ کہ مینہ نہ برسنے کی شکایت ہے میرے دوست! یہ آسمانی پانی مہینوں بلکہ برسوں برساکیا اور تشنہ کامان بادیہ تحقیق کو سیراب کرتا رہا۔ اور اب بھی ایک چشمۂ نور ہے۔ جس سے آپ اپنی پیاس بجھا سکتے ہیں۔

وہ فصل بہار آئی۔ اور اس نے باغ پر بسنت کی رت چڑھا دی۔ مگر اندھوں کو اگر نظر نہ آئے۔ تو میں کیا کروں۔

قبیلان یہود میں مسیح آیا اور بڑی شان و شوکت سے آیا اس نے سوئی ہوئی فطرتوں کو جگایا۔ مگر جو نیند کے ماتے تھے۔ اور بڑی مشکل سے جاگے ہیں۔ اور ابھی آنکھیں مل رہے ہیں۔ وہ مسیح مسیح پکار رہے ہیں۔ حالانکہ مسیح آیا اور چلا بھی گیا۔

بہر حال جناب آزاد سبحانی نے مرض کو شناخت کر لیا۔ مگر جو اسکا علاج تجویز کیا ہے۔ وہ من گھڑت ہے۔ وہ مانتے ہیں۔ کہ اگلے یہود کی اصلاح کے لیئے ایک مسیح کی ضرورت تھی۔ تو حال کے یہود بھی کسی دولتمند کے گیروے کپڑے پہن لینے یا محض راہبانہ زندگی اختیار

کر لینے سے اصلاح پذیر نہیں ہو سکتے جو شخص خود اپنی اصلاح کا محتاج ہے۔ جو خود روحانیت کے سمندر سے کوسوں دور ہے۔ جو اللہ تعالیٰ اور اسکے ملائکہ اور انبیاء۔ اور وحی و الہام کی حقیقت سے خود نا آشنا ہو۔ اور جس کی عملی حالت خود قابل رحم ہو۔ وہ دوسروں کو کیا سکھائیگا۔ کیا دکھائیگا۔ ہز آغا خان کی دنیوی وجاہت میں کچھ شک نہیں۔ مگر ضرورت ہے روحانیت کی۔ ضرورت ہے عبودیت کی ضرورت ہے اس زندگی کی جو روح القدس سے ہو۔ بلکہ ضرورت ہے رسالت کی ضرورت ہے نبوت کی جو ایسے بگڑے ہوؤں کی اصلاح کر سکتی ہے۔ میں تسلیم کرتا ہوں۔ کہ ڈاکٹر اقبال شاعر نغز گفتار ہیں۔ انکا ایک ایک مصرعہ بعض اوقات میں نے گھنٹوں پڑھا ہے۔ مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ وہ مذہبی ریفارمر بھی ہو سکتے ہیں۔ مصلح ربانی تو وہ ہو سکتا ہے جسکو دیکھتے ہی نبی کریم صلعم کی مبارک شکل نظروں میں پھر جائے۔ وہ مبارک انسان نہ صرف ظاہری وضع قطع کے لحاظ سے خدا کے سچے نبی سچے رسول سچے ہادی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نمونہ ہو بلکہ اخلاقی و روحانی اعتبار سے بھی حضرت خاتم النبیین کی سچی قوت میں ہو خلاصہ یہ کہ نبی کی اتباع میں فنا ہو کر نبی ہی ہو چکا ہو۔ بغیر اسکے تمام دعویٰ باطل ہیں جب یہ متفق اللفظ تسلیم کر لیا گیا ہے۔ کہ اسوقت ہماری قوم میں تمام زمانے کی تمام گزری ہوئی امتوں کی برائیاں جمع ہیں۔ تو ان کی اصلاح کے لئے بھی ایک ایسے انسان ایسے پاکباز انسان ایسے خدا میں خدا نما انسان کی ضرورت ہے۔ جو تمام انبیاء کے کمالات کا کچھ نہ کچھ حصہ اپنے اندر رکھتا ہو۔ اور وحی و الہام (جس پر دین اسلام کا دارومدار ہے) کا ثبوت اپنے وجود باجود سے دے سکتا ہو یہ کام سید امیر علی بالقابہ اور انکے ہمصفیروں ہمنواؤں ہم مشربوں کا نہیں جو اپنے اس قسم کے خیالات کا اظہار بھی کر چکے ہوں۔ کہ روزہ ہندوستان ایسے گرم ملک میں مسلمانوں کے حسب حال نہیں اور خانہ کعبہ جانے کی بجائے یورپ کا سفر یورپ کی رہائش (جیسا کہ ان کے عمل سے ظاہر ہے) بہتر و مفید ہے۔ بلکہ یہ کام ہے جری اللہ فی حلل الانبیاء کا اور وہ حضرت مرزا غلام احمدؑ مرسل ربانی تھے۔ چنانچہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۸۹ میں لکھتے ہیں کہ جری اللہ فی حلل الانبیاء اس وحی الٰہی کا مطلب یہ ہے۔ کہ آدم سے لیکر اخیر تک جسقدر انبیاء علیہم السلام خدا تعالےٰ کی طرف سے دنیا میں آئے

خواہ وہ اسرائیلی ہیں یا غیر اسرائیلی ان سب کے خواص و واقعات یا خاص صفات میں سے اس عاجز کو کچھ حصہ دیا گیا ہے۔ اور ایک بھی نبی ایسا نہیں گزرا جس کے خواص یا واقعات میں سے کچھ اس عاجز کو حصہ نہیں دیا گیا۔ ہر ایک نبی کی فطرت کا نقش میری فطرت میں ہے۔ اسی پر خدا نے مجھے اطلاع دی۔ اور اس میں یہ اشارہ بھی پایا جاتا ہے۔ کہ تمام انبیاء علیہم السلام کے جانی دشمن اور سخت مخالف جو عناد میں حد سے بڑھ گئے تھے۔ جنکو طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک کیا گیا۔ اس زمانے کے اکثر لوگ بھی ان سے مشابہ ہیں۔ اگر وہ توبہ نہ کریں۔"

تمام قسم کی قربانیاں جو موجودہ زمانے کے مصلح کے لیئے آپ نے تجویز کی ہیں۔ وہ کر کے دکھائیں چنانچہ اپنی تمام جائداد اور دولت اس راہ میں لٹا دی علم کا قایل تو سارا زمانہ ہے۔ آپ نے پر از تحدی عربی میں کتابیں شایع کیں۔ اور کوئی انکی مثل لانے پر قادر نہ ہوا۔ قرآن مجید سے آپ نے وہ علم کلام نکالا کہ عنید سے عنید خصم بھی اسکے مقابل نہیں ٹھہر سکتا۔ اپنے متبعوں کے ہاتھ میں وہ حجت نیرہ وہ براہین ساطعہ دی۔ کہ کسی کو مجال دم زدن نہیں چنانچہ ان کے ایک غلام ایک ادنیٰ غلام خواجہ کمال خدا اسکو عین الکمال سے بچائے کے قائل تو آپ بھی ہیں۔ پھر اسی پر بس نہیں۔ بلکہ اس حقیقت منتظر کے ایسے کئی غلام ہیں۔ جو آپ کے پیش کردہ نام والوں کو برسوں روحانیت کا سبق دیں۔ پھر خطابت اور اسپیکری ہیں جو کمال آپ کو تھا۔ وہ اس باکمال کے ادنیٰ خدام میں بھی موجود ہے۔ اور بوجہ احسن موجود ہے۔ پھر جس قدر رہبانیت کی اسلام نے اجازت دی ہے وہ نہ صرف آپ نے بلکہ آپ کے غلاموں نے دکھا دی۔ حسب ضرورت و موقعہ اپنی بیوی بچوں اپنے بھائی بہنوں اپنے دوسرے پیارے رشتہ داروں پھر اپنے ہموطنوں اپنے مالوں اپنی آمدنیوں کو چھوڑا۔ اور محض خدا کے لیئے چھوڑا اپنے دین کی خاطر چھوڑا۔ پس آپ جیسی مرد غیب یا جن رجال غریب کے دیکھنے کے مشتاق ہیں آپ قادیان دار الامان میں دیکھ لیں اور یقین رکھیں۔ کہ اسلام زندہ ہوگا مسلمان مسلمان بنینگے تو اسی جماعت کے ہاتھوں سے اور وہ وقت قریب ہے۔ کہ آپ اسلام یعنی احمدیت کا روحانی جھنڈا سرزمین قلوب میں گڑا ہوا دیکھینگے۔ والسلام

معارف قرآن مجید

مقتبسہ افاضات سیدنا امیر المومنین زاد اللہ مجدہ

فقال لہم اللہ موتوا ثم احیاھم اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی یہ سنت نہیں۔ کہ کسی حقیقی مردے کو زندہ کردے پس قوموں کی موت اور حیات سے مراد ان کی ترقی اور تنزل ہے۔ یہ ایک قوم کا ذکر ہے۔ جس کے ہزاروں آدمی باہر نکلے۔ جنگ سے جی چرایا۔ تو آخر ہلاک ہوئے۔ چنانچہ اس کی تفصیل دوسرے مقام سے ہوتی ہے۔ کہ حضرت موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا۔ یٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِیْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰۤى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِیْنَ (ترجمہ) اے میری قوم ارض مقدسہ میں جو خدا نے تمہارے لئے مقرر کی ہے۔ داخل ہو جاؤ۔ اور پیٹھ پھیر کر نہ بھاگو۔ ورنہ نقصان اٹھاؤ گے۔ تو انھوں نے اسکا جواب دیا کہ اس میں ایک زبردست قوم ہے جب تک وہ اس مقام میں ہے ہم نہیں جانے کے۔ دو بزرگوں نے انہیں بہتیرا سمجھایا۔ کہ تم آگے بڑھو تم ہی غالب ہو گے۔ مگر انہوں نے کہا اے موسیٰ بس ہم تو نہیں جانے کے . . . . . . جب تک وہ اس میں ہیں کچھ ایسا ہی ضرور ہے۔ تو تم اور تمہارا رب دونوں لڑتے پھرو ہم تو یہیں بیٹھے رہینگے (قَالُوْا یٰمُوْسٰۤى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَاۤ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِیْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ) تب موسیٰ نے دعا کی۔ کہ ان بدعہدوں اور ہم میں فرق کر۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ اس نافرمانی کی سزا میں چالیس سال تک جنگل میں سرگرداں مارے مارے پھرینگے (قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَیْهِمْ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً یَتِیْهُوْنَ فِی الْاَرْضِ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ) بس یہ اس قوم کی موت تھی۔ کیونکہ اتنے سالوں میں ان کے بڑے تقریباً سب مر گئے۔ پھر جو بچے تھے۔ خدا نے انکو توفیق دی۔ اور ان دو بزرگوں کی طفیل جنھوں نے قوم کو نصیحت کی تھی۔ ملک شام کو فتح کیا۔ یہ اس قوم کا احیاء تھا۔ پارہ ۲۔ رکوع ۱۵ میں ایک آیت ہے

جو اس معاملہ پر اور بھی روشنی ڈالتی ہے۔ کہ قوم کی موت سے مراد کیا ہوتی ہے۔ وہ کہتے ہیں لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ۔ اگر کچھ ہمارا بھی مشورہ ہوتا۔ تو ہم یہاں مقتول نہ ہوتے مقتول تو بول نہیں سکتے۔ پس یہاں مثل مراد ہے۔ یعنی ہماری قوم نہ ماری جاتی۔

خداوند کا بدلیوں میں آنا

یہ آسمانی کتب کا محاورہ ہے۔ اور بعض اوقات ایسے محاورے نہ سمجھنے سے بہت سی غلط فہمیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اور بہت سی مشکلات پیش آتی ہیں جنکا کچھ حل نہیں سوجھتا پ ۲ ع ۹/۲۵ میں ایک آیت ہے هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۔ یعنی کیا اب یہ اس بات کے منتظر ہیں۔ کہ اللہ تعالے ان پر بادلوں کے سائبانوں میں ظاہر ہو اور فرشتے اور فیصلہ ہو جائے اور تمام باتیں اللہ ہی کی طرف رجوع کرتی ہیں۔ فی ظلل من الغمام اور نزول ملائکہ کے معنے سمجھنے کے لیے پارہ ۹ سورہ انفعال رکوع ۱ کو بغور پڑھنا چاہیے۔ جہاں اس پیشگوئی کی تفصیل کر دی ہے۔ وہ یوں کہ فرماتا ہے اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ۔ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۔ جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے۔ تو اس نے منظور فرمایا۔ کہ میں تمہیں ہزار فرشتے سے جو لگاتار آنے والے ہیں مدد دینے والا ہوں یہ اللہ نے فقط خوشخبری دی۔ اور تاکہ اس سے تمہارے دل تسلی پائیں۔ اور فتح تو صرف اللہ ہی کے ہاتھ ہے۔ وہ زبردست حکمت والا ہے۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ جنگ میں ملائکہ اترے۔ اور انہوں نے حسب حکم الٰہی اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَاُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ (میں تمہارے ساتھ ہوں۔ مومنوں کو ثابت قدم رکھو۔ اور ان کے قلب کو مضبوط کرتے رہو۔ اور میں کافروں کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈال دونگا) مومنوں کو ثابت قدم رکھا۔ اور کافروں پر رعب چھا گیا۔ اور وہ بھاگ نکلے۔ علاوہ ازیں اللہ جلشانہ کی نصرت بدلیوں کی صورت میں اتری۔ یعنی بارش ہوئی اور اس سے مسلمانوں کے

قدم ریت میں جم گئے۔ اور انکی پیاس بھی جاتی رہی۔ اور یہی پانی دیگر ضروریات کے کام آیا جس سے مومن از سرِ نو تازہ ہو گئے۔ اور خوب جم کے لڑے اور انکو فتح حاصل ہوئی جس سے وہ پیشگوئی پوری نکلی جو پہلے اَنۡ یَّاۡتِیَہُمُ اللّٰہُ فِیۡ ظُلَلٍ مِّنَ الۡغَمَامِ میں کی جاچکی تھی۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ اِذۡ یُغَشِّیۡکُمُ النُّعَاسَ اَمَنَۃً مِّنۡہُ وَیُنَزِّلُ عَلَیۡکُمۡ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّیُطَہِّرَکُمۡ بِہٖ وَیُذۡہِبَ عَنۡکُمۡ رِجۡزَ الشَّیۡطٰنِ وَلِیَرۡبِطَ عَلٰی قُلُوۡبِکُمۡ وَیُثَبِّتَ بِہِ الۡاَقۡدَامَ۔ پارہ ۹ رکوع ۱۶ اور سورہ انفال رکوع ۲ کی ان آیات کے تطابق کی طرف فَاِنَّ اللّٰہَ شَدِیۡدُ الۡعِقَابِ اشارہ کررہا ہے۔ جو دونوں کے اخیر میں ہے۔

"چند سوالات کے جواب"

"جو صاحبزادہ مرزا محمود احمدؐ صاحب نے زبانی لکھوائے"

سوال۔ خدا تعالےٰ کا مجرم کو سزا دینا صفت "شدید العقاب" میں داخل ہے۔ پھر آپ نے رب العالمین میں اسکو کیونکر داخل کیا۔

جواب۔ رسالہ تشحیذ الاذہان ماہ ستمبر میں مینے پنڈت دیانند صاحب کے اس اعتراض کے جو انہوں نے الحمد للہ رب العالمین پر کیا ہے۔ کہ اگر خدا رب العالمین ہے تو حیوانات کے قتل کا کیوں حکم دیتا ہے۔ چھ جواب دیئے ہیں جن میں سے پہلے دو جواب میں تو یہ بتایا ہے۔ کہ الحمد للہ پر یہ اعتراض نہیں پڑسکتا۔ بلکہ اسکے جو معنی وہ سمجھے ہیں۔ وہ صحیح معنی نہیں۔ تیسرے جواب میں بتایا ہے۔ کہ ربّ العالمین میں شریر کو سزا دینا بھی آجاتا ہے۔ چوتھے میں یہ بتایا ہے۔ کہ باوجود شریر کو قتل کرنیکے پھر بھی ربوبیت علیحدہ نہیں ہوتی۔ پانچویں میں بتایا ہے۔ کہ شریر سزا پا رہے ہیں۔ ربوبیت عالمین ہو رہی ہے یہ مشاہدہ ہے۔ مشاہدہ پر کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا۔ چھٹے میں بتایا ہے۔ کہ خود پنڈت صاحب نے خدا کو رب العالمین قرار دیتے ہوئے دنیا کا سزا دہندہ قرار دیا ہے۔ پس ان کا اعتراض غلط ہے۔

ہمیں تیسرے جواب پر آپکا اعتراض ہے۔ اول تو باقی جواب کے ہوتے ہوئے صرف اسی کو

مدنظر رکھنے کی ضرورت نہ تھی۔ مگر پھر بھی میں اتنا بتا دینا پسند کرتا ہوں۔ کہ بیشک صفت شدید العقاب ہی کے ماتحت دنیا کو سزا مل رہی ہے۔ لیکن ربوبیت عالمین بھی چاہتی ہے۔ کہ شریر کو سزا دیجائے مثلاً **طاعون**۔ عام تپوں۔ آتشک سینگ۔ کیڑوں کے مارنے کے لیئے کونسی چیز ہمیں اکساتی ہے کیا صحت جسمانی کا قائم رکھنا اسکا محرک یا باعث نہیں۔ کیونکہ اگر ان چند جراثم کو بڑھنے دیا جائے۔ تو جسم انسانی کے ہزاروں خواص باطل ہوتے ہیں۔ اسی طرح قاتل اور باغی کے پھانسی دینے کا کیا سبب ہے۔ کیا یہ نہیں؟ کہ کروڑوں کروڑ مخلوق کو ان کے شر سے بچایا جائے۔ پس قیام صحت جسم اور قیام امن ملکی کے لیئے بیماریوں کے جراثم اور شریروں کے قتل کی ضرورت پڑتی ہے۔ اور وہی اس کے محرک ہوتے ہیں گویا ہم یوں کہہ سکتے ہیں۔ کہ جراثیم اپنے فسادات اور شریر اپنے شر کی وجہ سے قتل کیا جاتا ہے۔ اگر ہمارا یہ کہنا درست ہے کہ مجرم درگاہ الٰہی اپنی شرارتوں کی وجہ سے سزا پاتا ہے۔ تو یہ کہنا بھی درست ہے۔ کہ ایسے مجرم ربوبیت عالمین کو قائم رکھنے کے لیئے ہلاک کیئے جاتے ہیں۔ کیونکہ ان کے وجود سے فساد ہوتا ہے۔ اور فساد سے ربوبیت عالمین میں خلل واقع ہوتا ہے۔ پس اس رنگ میں ربوبیت عالمین ہی انکی ہلاکت کی محرک ہے۔

دوسرا سوال شدید العقاب اور مالک یوم الدین میں کیا فرق ہے؟

جواب۔ شدید العقاب تو صرف سزا پر دلالت کرتا ہے۔ اور مالک یوم الدین یہ ظاہر کرتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نیک کو اسکے کام کی جزا اور شریر کو اسکے جرم کی سزا دیگا۔

تیسرا سوال۔ مالک یوم الدین اور عادل و منصف میں کیا فرق ہے

جواب۔ اسکا فرق یہ ہے۔ کہ جیسے ایک جج گورنمنٹ کی طرف سے مامور ہوتا ہے کہ وہ اگر کسی کو مجرم دیکھتا ہے۔ تو اسکے جرم کی سزا دے۔ اور اگر اسے بری دیکھتا ہے۔ تو اسے بری کردے لیکن وہ کسی قرضدار کے قرض کو معاف نہیں کر سکتا کیونکہ وہ حق کسی اور کا ہے نہ اسکا ہاں خود قرض دہندہ اگر آپ ہی فیصلہ کرنے بیٹھے تو اپنے مقروض کو بعض یا کل کا کل معاف

کرسکتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ مالک یوم الدین ہے۔ عادل یوم الدین نہیں۔ یعنی گو کہ وہ ظلم نہیں کریگا۔ لیکن بحیثیت مالک ہونیکے وہ جج سے زیادہ اختیار رکھیگا۔ یعنی حقدار کا حق نہیں ماریگا ہاں اپنا حق بعض مصالح کی وجہ سے یا دیگر بعض خدمات کی وجہ سے اگر معاف کرنا چاہے۔ تو معاف کردیگا

چوتھا سوال۔ اللہ تعالےٰ کی صفت منتقم قرآن مجید میں آئی ہے۔ اور یہ صفت اچھی نہیں سمجھی جاتی۔

جواب۔ شدید العقاب اور منتقم قریباً برابر ہیں۔ شدید العقاب میں ذرا عذاب پر زیادہ زور دیا گیا ہے اور منتقم میں کم۔

افسوس ہے۔ اردو میں یہ لفظ برے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اسی طرح بدلہ لینے کا لفظ بھی عوام الناس میں اچھا مفہوم نہیں رکھتا۔ لیکن عربی زبان میں انتقم منہ کے معنی اعقبہ کے ہیں یعنی شریر کو اسکے جرم کی سزا دی۔ پس منتقم کے معنے ہیں مجرم کو اسکے جرم کی سزا دینے والا آپکو غلطی میں ڈالنے کا باعث وہی اردو کا مفہوم ہوا ہے۔ ورنہ عربی میں یہ لفظ کوئی برے معنے نہیں رکھتا۔ چنانچہ منجد جو ایک عیسائی کی تالیف کردہ لغت کی کتاب ہے۔ اور بیروت واقع شام سے حال ہی میں شایع ہوئی ہے۔ اس میں اس لفظ کے یہی معنے لکھے ہیں۔ پرانی عربی لغات بھی اسکی تصدیق کرتی ہے

پانچواں سوال۔ رحمٰن و رحیم میں کیا فرق ہے۔

رحمٰن کے معنی ہیں بلا عمل کے احسان کرنیوالا جیسے زمین آسمان آب وہوا۔ پہاڑ۔ سمندر سورج چاند۔ ستارے سیارے فضا و خلا و بغیر کسی ہمارے عمل کے اللہ تعالےٰ نے ہمیں عنایت فرمائے ہیں۔ کیونکہ ان کے بغیر ہم زندہ نہیں رہ سکتے۔ اگر یہ ہمارے عمل کا نتیجہ ہوتے تو چاہیئے تھا کہ ہمارے وجود کے بعد ہوتے۔ لیکن یہ تو ہمارے وجود کے قیام کا ذریعہ ہیں۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ پانی کھیت کا نتیجہ ہے۔ پانی کے بغیر تو کھیت ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ پھر پانی کھیت کا نتیجہ کب ہو سکتا ہے۔

صفت رحیم کے معنی ہیں۔ خادم کو اسکی خدمت کا پاک سے پاک اور نیک سے نیک اجر دینا۔ رحمٰن زیادہ عام ہے۔ اور رحیم نسبتاً خاص

ریویو

طلوع و غروب یہ تاریخی نام ہے۔ ایک مثنوی کا جو بلبل تسلیم جناب حاجی محمد اسمٰعیل خان صاحب صبر رامپوری نے جناب منشی امیر اللہ صاحب تسلیم مرحوم مشہور لکھنوی شاعر کے حالات میں تصنیف کی ہے۔ اسے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جناب صبر ایک اچھے شاعر ہیں زبان شستہ ہے اور اظہار خیالات کا پیرایہ دلآویز قیمت ۸ر ملنے کا پتہ ریاست رامپور محلہ کنڈہ حاجی محمد اسمٰعیل خاں صاحب

مسالک السالکین فی تذکرۃ الواصلین جلد دوم جو تالیف لطیف ہے مولوی مرزا احمد عبد الستار بیگ سہسرامی کی۔ اور اس میں ذکر ہے اولیاء کرام علیہم السلام کا جو سلسلہ عالیہ مجددیہ نقشبندیہ چشتیہ سہروردیہ اور انکی شاخوں میں ہوئے۔ مینے اس کتاب کو پڑھا ہے اور اسکے ۵۰۰ بڑے صفحوں کو بڑی دلچسپی کیساتھ ختم کیا ہے۔ ان بزرگوں کے کلمات طیبات مومن کی روحانی غذا ہیں۔ اور انکا ایک ایک پاک کلمہ جن میں سے بہت سا حصہ الہامی ہے۔ جواہرات میں تولنے کے قابل ہے باقی جو حالات اور معجزات ہیں۔ وہ تو اسی طریق پر لکھے گئے ہیں جس طریق پر ہمارے خوش اعتقاد مصنف اور مؤلف لکھتے چلے آئے ہیں۔ ہر ایک بزرگ کی بزرگی کا ثبوت چند حیرت انگیز واقعات سے دیتے ہیں جن کے واقع ہونیکی کوئی تاریخی یا معتبر دلیل تو ملتی نہیں صرف کفر و الحاد کے فتوی کی تخویف سے منواتے ہیں۔ معجزات و کرامات سے ہمیں انکار نہیں۔ بلکہ اولیاء اللہ کی کرامات کے منکر کو ہم مسلمان نہیں مانتے۔ اور ہم سے بڑھکر ان پر ایمان لانیوالا کون ہے۔ کہ ہم اسکی سلسلہ عالیہ احمدیہ کا امتیازی نشان بھی یہی سمجھتے ہیں۔ اور خود ہم میں ایک پاک نبی مبعوث ہوا۔ جس کے سینکڑوں معجزے ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ گروہ اپنے ساتھ براہین ساطعہ رکھتے ہیں۔ اور

ہم زندہ گواہ ان کے موجود ہیں۔ لیکن ہمارے مؤلف جو نوکھی حکایات بعض بزرگان پیشین کے بارہمیں بیان کرتی ہیں۔ وہ کچھ ایسی ہوتی ہیں۔ کہ اپنے ساتھ کوئی ثبوت نہیں رکھتیں۔ صرف بعض فلسفی مزاجوں کو مذہب سے بدظن کر دیتی ہیں۔ مسلمان بھی عجیب ہیں۔ ایک طرف تو وہ ایسی مضحکہ انگیز روایات پر ایمان لاتے ہیں۔ جنکا کچھ ثبوت نہیں۔ اور جو سنت اللہ کے خلاف ہیں۔ اور جو اسلام میں کسی کی فضیلت کی دلیل بھی نہیں بن سکتیں دوسری طرف ان معجزات و آیات بینات کا انکار کرتے ہیں۔ جو انکے سامنے اسی زمانے میں واقع ہوئے۔ اللہ تعالے مسلمانوں کو ہدایت بخشے۔ اور ان کی آنکھیں کھولے۔ یہ تو جملہ معترضہ تہا۔ اور درد دل کا اظہار۔ کتاب واقعی قابل مطالعہ ہے۔ احمدی احباب منگوا کر پڑھیں قیمت ۱۲ ملنے کا پتہ مرزا محمد عثمان بیگ مقام ڈالٹین گنج پرگنہ ضلع پلاموں ملک بنگال

دو نئی تصنیفوں کی اطلاع

روحانی طبیب | آپکے مخلص آپکے خادم اکمل نے ایک رسالہ ۴۰ صفحے حجم کا لکھا ہے جس میں مندرجہ ذیل روحانی امراض (حرص۔ بخل۔ حرام۔ حسد۔ تکبر۔ ریا۔ زنا۔ جھوٹ) کا علاج قرآن شریف واحادیث شریف سے بتایا گیا ہے۔ اپنی طرز کی پہلی تالیف ہے۔ مجھے اپنے احمدی احباب سے جو روحانیت کے بھوکے ہیں) قوی امید ہے۔ کہ وہ اسکی اشاعت کی سعی کی بلیغ فرمادینگے" لوگ جسمانی بیماریوں اور حفظ ماتقدم کے لیئے بیسیوں روپے خرچ کر دیتے ہیں۔ کیا روحانی بیماریوں علاج کے لیئے ۲ کے پیسے نہیں خرچ کیئے جاسکتے۔ دفتر تشحیذ الاذہان قادیان سے منگوایئے۔

ہدایات درباره معاملات | کچھ عرصہ ہوا مینے ایک رسالہ سنت احمدیہ کے نام سے لکھا تھا۔ جس میں نماز روزے زکوٰۃ کے مسایل مرقوم ہیں۔ ہر مسئلہ کی قرآن مجید یا حدیث سے دلیل دی ہے اور فریق ثانی جن حدیثوں سے استدلال کرتا ہے ان کو معمول بہا نہ بنانیکی وجہ بھی لکھدی ہے۔ یہ دفتر بدر سے ۲ ملتی ہے۔ ابہ میںنے اسکا دوسرا حصہ لکھا ہے۔ جس میں خرید و فروخت۔ قرض امانت وکالت۔ اجارہ غرض ہر قسم کے معاملات کے مسایل قرآن و حدیث سے لکھے ہیں یہ چھوٹی تقطیع پر چھپوائی گئی ہے حضرت خلیفۃ المسیح نے اسے "بہت مفید" فرمایا ہے احباب منگوا کر فائدہ اٹھائیں قیمت ۲ کے قریب ہوگی۔ یہ رسالہ خوراک مولوی شیر محمد دکاندار قادیان ضلع گورداسپور سے بھی ملسکتا ہے ✤

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
ضرورت زمانہ	۸ر	اسلام کی پہلی کتاب	۲ر	چولہ بابا نانک لیکچر نمبر۱	۳ر	لیکچر نمبر۲	۳ر
معیار حق	۳ر	تعلیم الاسلام مع ضمیمہ دہرسالے	۲ر	میں مسلمان ہوگیا حصہ دوم سوم	۱۲	ترجمۃ القرآن پ۲۷	عہ
ترجمۃ القرآن پ۲۹	عہ	ترجمۃ القرآن پ۱ و پ۲ ربع پ۳	۲ر	مکتوبات احمدیہ	۸ر	اربعین	۴ر
الاسماء الحسنی	۵ر	خطبات کریمہ	۲ر	پہلی تحریریں حضرت اقدس	۱۲	مجربات حصہ اول	۱۰ر
مجربات حصہ دوم	۱۰ر	صادقوں کی روشنی	۲ر	ہسٹری آف انگلینڈ	عہ	البرق ردّ شیعہ	۲ر
رسالہ گوشت خوری	۲ر	نجات	۱ر	نغمہ اکمل	۲	مسیح یا محمد	۳ر

ظہور المسیح ۔ ماہ رمضان میں بجائے ۶ر کے ۴ر پر دی جائے گی ۔

اس کے علاوہ حضرت اقدس کی تمام کتابیں بھی معرفت دفتر تشحیذ طلب فرماویں

شمسی ربڑ پریس گھر بیٹھے چند منٹ میں رقعہ کارڈ رسید اشتہار وغیرہ جس زبان میں چاہو چھاپو اور چھاپنے کی ترکیب ایسی سہل کہ ۹ ۱۰ برس کا بچہ بھی بآسانی چھاپ لے قیمت کارڈ سائز ۶ر لیٹر پیپر سائز ۸ر (۲) **شمسی روز ہیر آئیل** ۔ یہ خوشبودار روغن دماغ کو معطر آنکھوں کو نور دل کو سرور بخشتا ہے۔ تکان کو دور درد سر کو کافور کرتا ہے۔ بالوں کو بڑھاتا ہے۔ اور جڑوں کو مضبوط کرتا ہے قیمت چمپا آئیل ۱۰ ار روز آئیل ۱۰ ار (۳) **سغوف دافع داؤ** ۔ یہ کمبخت مرض کئی کئی سال تک لوگوں کو پریشان رکھتا ہے مگر بفضل خدا اس سفوف کو پہلی ہی مرتبہ لگانیسے فائدہ معلوم ہونے لگتا ہے۔ اور دو تین بار لگانیسے داؤ ہمیشہ کے واسطے کافور قیمت ۸ر (۴) **بال اڑانیکا عرق** ۔ نازک سے نازک حصہ جسم پر لگانیسے چند منٹ میں بال کو صاف کر کے جلد کو نرم کر دیتا ہے۔ نہ کسی قسم کی تکلیف ہوتی ہے۔ اور نہ جلد پر دھبا پڑتا ہے۔ قیمت ۴ر (۵) **عرق بچھو** ۔ عرق لگانیکے ساتھ فائدہ ہوتا ہے یہ عرق بفضل خدا اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔ قیمت ۸ر

شمسی اینڈ کو عمر کھاڈی بمبئی

رسالہ مفت جس میں مسیح کے آنحضرت صلعم کی قبر میں مدفون ہونیکے معنے اور انکی صداقت کا آیات بینات سے دلچسپ ثبوت ہے۔ محصولڈاک بھیجکر معراج الدین سیکرٹری انسپکٹر ہر دمراس کانپور سے منگواؤ۔

ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئیں مشہور دوائیں

اصل عرق کافور

دیکھو گرمی کا موسم آیا۔ جہاں تہاں ہیضہ کا اتنا بھی ممکن ہے۔ اس سے بچنے کیلئے آسان طریقہ ڈاکٹر ایس کے برمن کا اصل عرق کافور ہے۔ یہ دوا ۲۷ برس سے تمام ہندوستان میں مشہور ہے یہ عرق گرمی کے دست پیٹ کا درد اور متلی کے لئے اکسیر کا اثر رکھتی ہے۔ ہمیشہ ایک شیشی اپنے پاس رکھو قیمت فی شیشی ۸؍

عرق پودینہ

ولایتی پودینہ کی ہری پتیوں سے یہ عرق بنا ہے۔ اسکا رنگ پتی کے رنگ کا سا ہے اور خوشبو بھی تازی پتیوں کی سی آتی ہے۔ یہ عرق ڈاکٹر برمن کی صلاح سے ولایت کے نامی دوا فروش نے بنایا ہے۔ ریاح کے لئے یہ نہایت مفید دوا ہے۔ پیٹ کا پھولنا۔ ڈکار کا آنا پیٹ میں درد بدہضمی متلی اشتہا کا کم ہونا ریاح کی علامت جلد دور ہو جاتی ہے۔ قیمت فی شیشی ۸؍ محصولڈاک ۵؍

جلاب کی گولیاں

رات کو دو گولی کھا کر سو جاؤ۔ صبح کو دست صاف ہوگا۔ پیٹ میں گرمی و مروڑ کچھ نہیں ہوگی حسب معمول نہانے اور کھانے پینے میں کچھ رکاوٹ نہیں ہوگی ۱۶ برس سے ڈاکٹر برمن صاحب اپنے مریضوں کو دیتے چلے آتے ہیں۔ یہ گولیاں کل میں بنتی ہیں مقدار اور وزن میں گولیاں برابر ہیں۔ ہر عیالدار کو ایک ڈبیا رکھنی چاہیئے قیمت سو گولیوں کی ایک ڈبیا ۵؍ ایک سے چھ ڈبیا تک محصولڈاک ۵؍

درد سر و ریاحی درد کی دوا

ریاحی درد لحظہ میں پہاڑ ہو جاتا ہے یہ دوا لحظہ میں اسکو پانی کر دیتی ہے۔ اور ریاح جیسے ٹیس چمک پٹک رگوں میں پیدا کرتے ہیں جو چھپتے ہیں۔ اس دوا سے فوراً آرام ہو جاتا ہے۔ درد سر نصف سر یا ہو یا تمام سر کسی وجہ سے ہو فوراً دور ہو جاتا ہے اسلئے خاص و عام کو یہ دوا اپنے گھر میں رکھنا لازم ہے۔ قیمت دو ڈیڑھ تولہ کی ایک شیشی ۸؍ محصولڈاک ایک سے چھ ڈبیا تک ۸؍

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تارا چند دت سٹریٹ کلکتہ